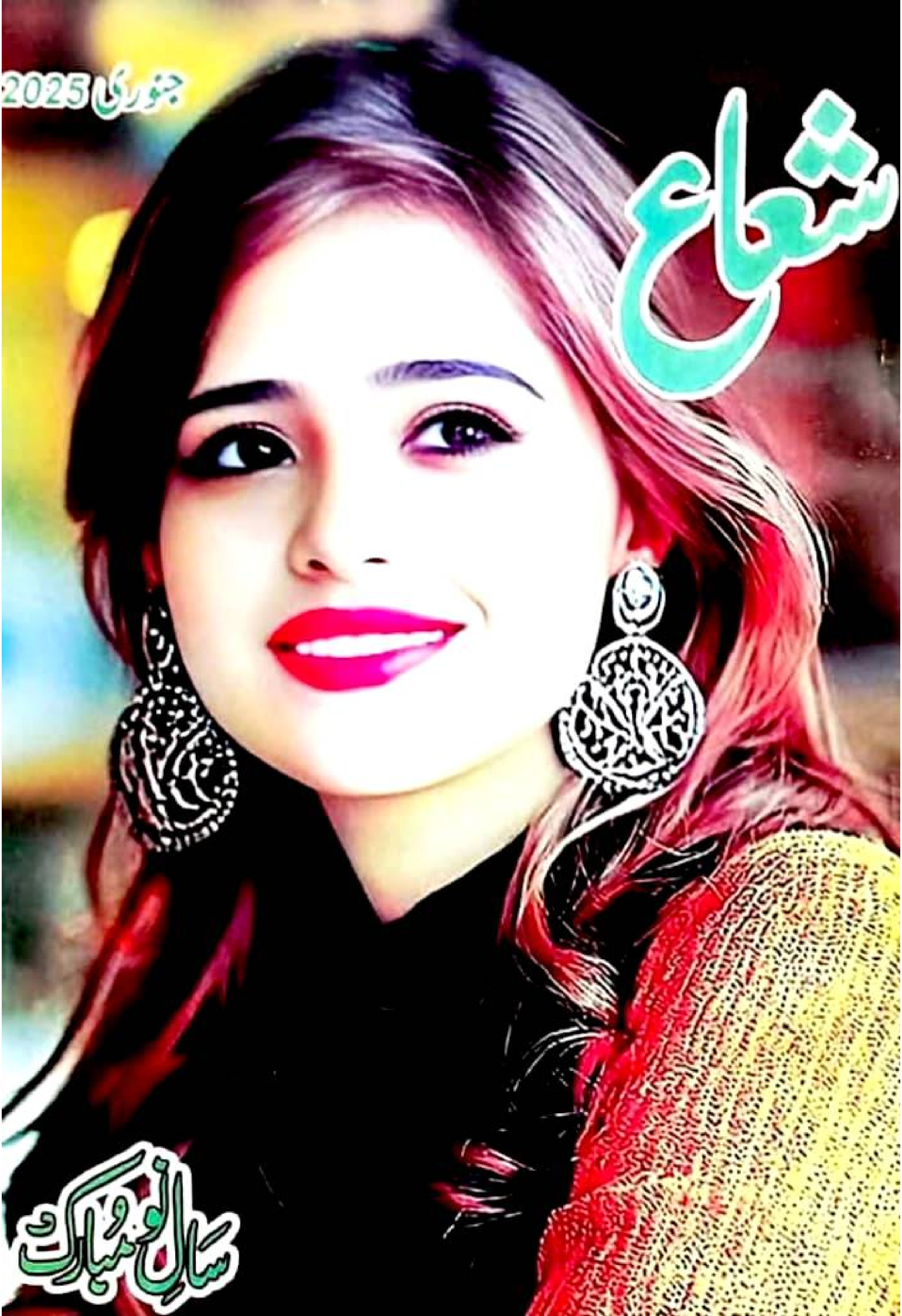
جنوری 2025
شعاع
سالِ نو مبارک

Digest Novels Lovers Group ❤❤

عائشہ نصیر احمد

سلسلے دل کے

وہ جمعے کی نماز کے لیے تیار ہو کر اس طرف آیا تو ہمیشہ کی طرح ابا کو ٹی وی کے آگے براجمان پایا۔

ٹی وی پر کرائم پر مبنی کوئی جاسوسی ڈرامہ چل رہا تھا۔ یہ ڈرامہ ابا جی بنا تھکے صبح سے شام لگاتار دیکھ سکتے تھے اور دیکھتے تھے۔

ان کی اس قدر سنجیدہ دلچسپی دیکھتے ایک دو بار ہاشم نے بھی یہ سیریل دیکھنے کی کوشش کی تھی اور تب اس پر منکشف ہوا کہ ان کی پولیس تو اسکاٹ لینڈ یارڈ کو بھی پیچھے چھوڑ چکی ہے۔

"ابا جی! آج جمعہ ہے وقت کا خیال کریں مولوی صاحب خطبہ دے رہے ہوں گے۔ آپ یہاں کافروں کا چینل لگائے بیٹھے ہیں اٹھیں نماز کی تیاری کریں۔" جھنجلاہٹ بھرے لہجے میں کہتے اس نے ریموٹ کی تلاش میں نظریں دوڑائیں۔

"او چل میرا ابا نہ بن۔ پچھلے جمعے گیا تھا پندرہ سو کی چپل کوئی اپنے باپ کا مال سمجھ کے لے گیا۔ اس بار گیا تو یہ غسل خانے کی چپل بھی کسی نے نہیں چھوڑنی۔"

انہوں نے دروازے میں پڑی باتھ روم سلیپرز کی جانب اشارہ کیا جس سے وہ آج کل گزارا کر رہے تھے۔

"سارے چور، نکمے اور حرام خور ہمارے محلے میں آ کے بس گئے ہیں، تجھ سے تو اتنا نہیں ہوتا کسی ٹھلیے سے باپ کو سو دو سو کی چپل ہی دلا دے۔ ایک وہ نادر ہے کبھی پیو کو پیار سے بلایا نہیں۔ مگر پیو اسے عمرہ کروانے لے گیا کہ باپ ہے دعائیں دے گا۔" ابا کی زبان بھلا اب رکنی تھی۔ مگر وہ بھی ان ہی کا بیٹا تھا۔

"ابا جی! جمعے کی نماز پڑھوا کہ آپ سے دعائیں سمیٹ لوں پھر عمرہ بھی کروا دوں گا۔ چلیں اٹھیں، میری چپل پہن لیں۔ میں دوسری پہن لیتا ہوں۔"

وہ کبھی مسجد جاتے ہوئے مہنگی چپل پہننے کی غلطی نہیں کرتا تھا، اس وقت بھی اس نے فوراً ان کے سامنے وہ سستے سے سلیپرز اتار دیے۔

"اور شام کو نئی لیتا بھی آؤں گا آپ کے لیے"

اس نے ایک اور آفر بھی کر ڈالی ابا نے چند لمحے ان سلیپرز کو دیکھا اور پھر اس کی طرف پھر جیسے کسی نتیجے پر پہنچ کر بولے۔ "مجھے نے نہیں جانا۔ اگر یہ چپل بھی کوئی لے گیا تو؟ میں کیا واپس ننگے پیر آؤں گا۔" انہوں نے ہاتھ ہلا کر کہتے ہوئے ہاشم کی آفر جیسے اس کے منہ پر ماری صاف ظاہر تھا وہ بس جان چھڑانا چاہ رہے تھے۔

ہاشم نے ایک گہری سانس لے کر بمشکل اپنی اندرونی جھنجلاہٹ پر قابو پایا۔

"اگر ایسا ہوا تب بھی آپ میری والی پہن لینا۔ میں ننگے پیر آ جاؤں گا۔ اب ٹھیک ہے؟" ریموٹ کی تلاش میں ناکامی کے بعد اس نے آ کر ٹی وی کا تار ہی نکال دیا۔

ایسا نہیں تھا کہ خود وہ پنج وقتہ نمازی تھا۔ اس کی بھی اکثر نمازیں چھوٹتی تھیں، مگر جمعے کی نماز چھوڑنے کو تو وہ کفر تصور کرتا تھا اور اس لیے باقی دنوں میں ابا جی کی نماز نہ پڑھنے کی عادت سے چشم پوشی کرتے کرتے وہ اکثر جمعے کو ان کے سر ہو جاتا۔ اور زیادہ تر ابا کو ہتھیار ڈالنے ہی پڑتے۔ جیسے اس وقت ہوا تھا بالآخر وہ اسے گھورتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

مکمل ناول

"پتا نہیں...... قاتل وہ ہو گی یا پھر اس کا وہ خبیث بہنوئی۔" وہ اپنے ڈرامے کی فکر میں غلطاں باہر کی جانب بڑھے۔ مگر پھر اچانک ہی کسی خیال کے تحت رک کر پلٹے۔

ہاشم نے سانس روک کر پریشانی سے انہیں دیکھا۔ کیا انہوں نے پھر سے ارادہ بدل دیا؟ اور تب ہی انہوں نے جیب سے ٹی وی کا ریموٹ نکال کر میز پر رکھا اور باہر نکل گئے۔

ہاشم کی رکی ہوئی سانس بحال ہوئی تھی اور ہمیشہ کی طرح لبوں پر وہی دعا آ کے ٹھہر گئی۔ "یا اللہ ابا جی کو ہدایت دے۔"

کمرے سے نکل کر وہ جوں ہی دروازے کی سمت بڑھنے لگا۔ آپا کی کراری آواز اس اس کی سماعت جھنجھنا گئی۔

"او ہاشم، خود تو روز یہ کاٹی کے نئے نئے سوٹ پہن کے اکڑتا پھرتا ہے۔ اتنی توفیق نہیں ہوتی کہ کسی ایک آدھ جوڑے سے میرے منے کی بھی کوئی قمیص نکال دے۔ بھلا کتنا کپڑا لگے گا تیرا۔ دو تین گز؟"

"آپا! میری درزی کی دکان ہے۔ کپڑوں کی نہیں۔" وہ تلملا کر پلٹا۔

آپا اپنے جس کو منا کہہ رہی تھیں وہ تیرہ سال کا تندنکلتا۔ جوان ہوتا بچہ تھا اور ایک بار اپنے بیش قیمت سوٹ میں اس کے لیے گنجائش نکالتے ہوئے ہاشم کو اپنا پورا سوٹ اس پر قربان کرنا پڑا تھا۔

"ہاں تو درزی کی دکان ہے یہ تو اور بھی سہولت ہے۔ دن میں کتنے لوگ تجھے اپنے جوڑے سلوانے کو دیتے ہیں۔ ان کے بچے کچھے ٹوٹوں سے اگر تو فیصل کو کوئی جوڑا سی دے گا تو کیا وہ تجھ پر دفعہ لگا کے جیل بھیج دیں گے۔" آپا کو کیا غرض تھی اگر وہ سچ مچ بھی اس پر پرچہ کٹوا کر اسے جیل بھیج دیتے۔

"آپا! میں نے خدا کو منہ دکھانا ہے۔ ان کے وہ بچے کچھے ٹوٹے میں انہیں واپس کرتا ہوں۔ آپ کے منے کی بری نہیں بنا سکتا۔ جانے دیں مجھے نماز کے لیے دیر ہو رہی ہے۔" چڑ کر کہتے ہوئے اس نے مزید ان کی کوئی بات سننے کی زحمت نہیں کی اور تیزی سے باہر نکل گیا۔ پیچھے آپا کا واویلا شروع ہو چکا تھا۔

"دیکھا اماں، آپ نے۔ اس کے تیور دیکھے؟ ابھی بیوی آئی نہیں اور یہ حال ہے، نہ لحاظ نہ مروت، میرے منہ پر سنا کر چلا گیا۔" انہیں زیادہ غصہ اپنی پوری بات نہ سننے پر آیا تھا سو جلے دل کے پھپولے اماں کو دیکھ کر پھوڑے جو ٹوکری میں بھنڈیاں لیے کچن سے نکل رہی تھیں۔

"چھوڑ ناں...... تو منے کی ایک قمیص کے لیے کیوں کلیجہ ساڑھ رہی ہے۔ اور خالی قمیص کا کرے گی کیا۔ منا اب اتنا بھی منا نہیں رہا کہ نیکر پہنا دو اور نہ ہی دھوتی پہننے کا زمانہ رہا ہے۔ لے تو یہ بھنڈیاں کاٹ دے۔ اتنی دیر ہو گئی میں نے ابھی تک ہانڈی بھی نہیں چڑھائی۔ ابھی وہ خر دماغ اور تیرے ابا نماز پڑھ کے آئیں گے تو کھانا تیار نہ ہونے پر الگ ہنگامہ کریں گے۔"

digest library.com

پہلے قدرے تیز لہجے میں اور آخر میں پچکارتے ہوئے انہوں نے اس سامنے کے ٹوکری رکھی۔

"کیا مصیبت ہے اماں! میں تھکی ہاری یہاں اس لیے آتی ہوں کہ دو پل آرام کے ملیں گے اور یہاں بھی تم کام سے لگا دیتی ہو۔"

اماں کی توقع کے عین مطابق وہ یہ سنتے ہی بدکی، آج اس کی نند کا میکے آنا ہوا تو وہ بجائے اس کی مہمان نوازی کرنے کے ساس اور اپنی بھی تینوں بیٹیاں اس کے سپرد کر کے اپنی مہمان نوازی کروانے ماں کے گھر چلی آئی۔

"اور ہنگامہ...... وہ ابا نے ویسے بھی کرنا ہے یہ بھنڈیاں دیکھ کر اس دن میرے گھر میں مجھے جو سنائی تھیں میری ساس کے ساتھ مل کر۔ وہ میں بھولی نہیں ہوں۔" اسے اچانک ہی اس دن کا واقعہ یاد آیا اور ناراض لہجے میں شکایات بھی شامل ہو گئی۔

"ہاں تو چار بجے تک کھانے کے لیے بٹھائے رکھے گی اور پھر سوکھی بھنڈیاں سامنے رکھے گی تو میرا بھی دماغ گھومے گا۔ وہ تو پھر تیرا ابا ہے۔"

اماں کو علوم تھا اس واقعے کا پس منظر دوسرا وہ اچھی طرح واقف بھی تھیں بیٹی کی حرکتوں سے۔

''بچوں کا ساتھ ہے اماں، اور میں اکیلی جان، دیر سویر تو ہو ہی جاتی ہے اور اس دن ہانیہ کو بھی بخار تھا چڑچڑی ہو رہی تھی۔ قسم کھاتی ہوں اماں، میں قورمہ بنانے والی تھی مگر مرغی کا گوشت ختم تھا اور بڑا گوشت آپ کو پتا ہے اتنی جلدی گلتا کہاں ہے۔''

''تو کوکر میں چڑھا دیتی، تیرے جہیز کا کوکر تو ابھی تک نیا نکور پڑا ہے۔''

اماں نے اسے ٹس سے مس نہ ہوتے دیکھ کر مجبوراً خود ہی چھری اٹھالی تھی اور غصہ بھنڈیوں پر اتارنے لگیں۔

''تیری ساس بے چاری رو رہی تھیں تیرے ابا کے آگے کہ یہ میرے ساتھ بھی یہ ہی کرتی ہے۔ شوگر کی مریضہ ہوں گھڑی گھڑی بھوک لگتی ہے اور یہ صبح ہوتے ہی جو ٹی وی کے آگے بیٹھتی ہے تو ناشتہ گیارہ بجے دیتی ہے، دوپہر کا کھانا چار بجے اور رات کا تو پوچھو ہی مت۔''

''اور ابا بھی ان کی ہاں میں ہاں ملا رہے تھے۔ انہیں بھلا کیا پتا کہ وہ سچ بول رہی ہیں کہ جھوٹ۔'' وہ تڑخی۔

اماں اسے قہر آلود نظروں سے، گھورتے ہوئے کچھ کہنے ہی لگی تھیں کہ دروازہ کھولنے کی آواز پر دونوں کو چونکنا پڑا۔

''السلام علیکم خالہ!'' بڑی سی چادر میں خود کو سلیقے سے ڈھانپے اندر داخل ہوتی ابرش کے ہاتھ میں کوئی ڈش تھی۔

''وعلیکم السلام...... خیر تو ہے آج یہاں کا راستہ کیسے بھول گئی۔ یا پھر خالہ سے چھپ کے آئی ہے۔'' اسے دیکھتے ہی آپا کو اپنی کھولن نکالنے کی اچھی راہ ملی۔

''کوفتے بنائے تھے تو سوچا خالہ کو دے آؤں۔ ان کو پسند ہیں۔'' ان کا تند لہجہ نظر انداز کرتے ہوئے اس نے ہلکی سے مسکراہٹ سے کہتے ڈونگا اماں کو پکڑایا، جنہیں اس وقت اس کی کوفتوں کے ساتھ آمد نعمت غیر مترقبہ لگی تھی۔

''بڑے وقت پر آئی ہے ابرش...... میں بس بھنڈیاں چڑھانے ہی والی تھی۔'' اماں نے جلدی سے تخت سے اٹھ کر ٹوکری سائیڈ پر کر کے اس کے بیٹھنے کے لیے جگہ بنائی۔ ''بیٹھ جا۔''

''چلو اچھا ہے ہماری بھی سبزی سے جان چھوٹی'' آپا نے جیسے شکر کا کلمہ پڑھا۔ پھر ایکسرے کرتی نگاہیں اس کی طرف گھمائیں، جو سمٹی ہوئی سی تخت کے کنارے ٹکی تھی لان کے زرد اور سفید رنگ کے امتزاج والے سوٹ میں اس کی گوری رنگت دمک رہی تھی تر و تازہ موتیا کے پھول جیسی۔

''اماں بتا رہی تھیں خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں میں پوچھنے کے لیے آنے والی تھی مگر پھر خیال آیا۔ جمعہ ہے خالو گھر پر ہوئے تو کہیں گلے سننے کی فرمائش نہ کر دیں۔''

''اب ٹھیک ہے ان کی طبیعت'' بے چینی سے پہلو بدلتے ہوئے ابرش کو خود پر غصہ آنے لگا۔ اگر اسے پتا ہوتا کہ آپا آئی بیٹھی ہیں تو وہ خود آنے کی غلطی کبھی نہ کرتی بلکہ پڑوس کے کسی بچے کے ہاتھ، کوفتے بھجوا دیتی۔ مگر اس کا ہی ایک مسئلہ تھا اور وہ اسی کے ہاتھوں مجبور تھی۔

تھوڑی دیر بعد جب ہاشم اور ابا نماز پڑھ کے لوٹے تو آپا نے، خاص طور پر نوٹ کیا ہاشم کی پہلی نظر ابرش پر پڑی تھی اور آپا کی ہاشم پر۔

ابرش نے تو ایک نظر دیکھ کر ہی پلکیں جھکا لیں مگر آپا کی تیز نظروں سے اس کی دودھیا رنگت میں گھلتی شفق مخفی نہ رہ سکی۔

''ہونہہ...... تو یہ کوفتے خالہ کے لیے نہیں۔ خالہ کے بیٹے کے لیے لائے گئے تھے۔''

☆☆☆

میوزک کی آواز کافی اونچی تھی۔ قینچی ہاتھ میں پکڑے کٹنگ میں مصروف ہاشم کے ذہن کے تانے بانے کہیں اور الجھے ہوئے تھے ورنہ وہ اس بات پر بلال کو ٹوکتا ضرور، اپنے ان خیالوں سے تب وہ چونکا

جب میوزک کی آواز بند ہوئی اور ایک پاٹ دار آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔
"ہاشم او ہاشم۔"
یہ آواز بھلا وہ کیسے نہ پہچانتا۔ اس کے ہاتھ تھمے۔ ایک جھٹکے سے سر اٹھا کر اس نے سامنے دیکھا تو وہ چہرے پر ناگواری واستہزا کا ملا جلا تاثر لیے خشمگیں نظروں سے اسے گھور رہے تھے۔
"جی...... جی...... خالو جی!" وہ سٹپٹایا ان کی نظروں سے جیسے بچپن میں اکثر سبق یاد نہ ہونے پر وہ استاد جی کی نظروں اور چھڑی سے گھبرایا کرتا تھا۔
"صبح سے لے کر شام تک سوئی دھاگہ لے کر یہاں بیٹھے اپنی آنکھیں پھوڑ لیں تو نے۔ کیوں یہ گانا بجانا لگا کر اپنا حلال رزق حرام کر رہا ہے اور محلے والوں کا جو جینا حرام کیا ہے وہ الگ۔"
"یہ تو میں نے نہیں کیا خالو جی...... یہ تو......" وہ کہنا چاہتا تھا کہ یہ اس کے معاونین نما شاگردوں کے شوق ہیں، مگر بلال کی مشین پر نظر پڑتے ہی اس کی بات اس کے منہ میں رہ گئی۔ بلال کب منظر سے غائب ہوا اسے پتا بھی نہیں چلا تھا۔
میوزک کی چیختی چنگھاڑتی آواز بھی شاید خالو نے ہی سوئچ نکال کر بند کی تھی۔ وہ اب اسے ملامت آمیز نظروں سے گھور رہے تھے۔
"یہ گانے بلال نے لگا رکھے تھے۔" ان کی مسلسل گھورتی نظروں کی تاب نہ لا کر نظریں چراتے ہوئے، اس نے بالآخر لب کھول ہی لیے مگر دھیمے، کمزور اور منمناتی آواز میں۔
"تو بالکل اپنے ابا پر گیا ہے اس نے ابھی تک اپنا قبلہ درست نہیں کیا۔ اللہ تجھ پر اپنا رحم فرمائے۔ تجھے پتا بھی ہے ہر وقت یہ گانا بجانا سننے سے آخری وقت میں کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔"
"اللہ نہ کرے خالو جی! ایسا تو نہ کہیں۔" وہ تڑپ ہی گیا خالو جی آج شاید فرصت میں ادھر آنکلے تھے۔ اب ان کا ارادہ نہ لگ رہا تھا ہاشم کی روح فنا کیے بغیر ٹلنے کا۔
"ہاں تو تجھے ان ڈھول تاشوں اور اس مشین سے فرصت ملے تو کوئی دینی کتاب پڑھے یا مسجد میں درس سننے بیٹھے۔ ادھر فرض پڑھے۔ ٹونگیں ماریں۔ ادھر دکان کو دوڑے۔ اور سن، تیرے ابا نے کیا اب جمعے کی نماز بھی چھوڑ دی ؟" کمر پر ہاتھ رکھے انہیں اچانک ہی کچھ یاد آیا تو چبھتے لہجے میں کچھ اور سوئیاں اتریں۔
digest library.com
"نہیں خالو جی، اس جمعے تو میں انہیں خود لے کے آیا تھا۔" ان کی نفی کرتے ہوئے روانی میں اس کے منہ سے کیا نکلا جب ان کے تاثر میں تغیر دیکھا تو بے اختیار ہی زبان دانتوں تلے داب لی۔
"کیوں...... وہ کیا بچہ ہے جو تو کان سے پکڑ کے مسجد لے آیا؟ میری مان تو اسے کسی چلے سہ روزہ پر بھیج۔ یہ جو اس کے دل پر مہر لگی ہے یہ ہٹے شاید اس کی کچھ کایا پلٹے ویسے لگتا تو مشکل ہی ہے اور تو بھی یہ گانے وانے چھوڑ۔ سننا ہی ہے تو نعتیں سنا کر دکان میں بھی برکت ہوگی اور ثواب بھی ملے گا۔ چلتا ہوں۔" بالآخر انہوں نے کلاس برخاست ہونے کا اعلان کیا۔
اور ہاشم کے سینے میں دبی ہوئی سانس خارج ہوئی۔ "رکیں خالو، آپ کے لیے ٹھنڈی بوتل منگواتا ہوں۔" اندر سے ابھرتی نہ نہ کی صداؤں پر کان نہ دھرتے ہوئے اس نے رسم میزبانی نبھانی چاہی۔
"نہیں رہنے دے۔ تیرے بھی کام کا ٹائم ہے اور مجھے بھی اپنے کام نمٹانے ہیں۔" انہوں نے منع کرتے ہوئے سر پر رکھی ٹوپی درست کی اور باہر نکل گئے۔
اس سے پہلے کہ ہاشم دوبارہ اپنے کام پر توجہ کرتا۔ اس کا موبائل بجا۔ اسکرین پر نگاہ پڑتے ہی اس کے ہونٹ سکڑ گئے۔ چند لمحے تو وہ دیکھتا رہا پھر کال ریسیو کر کے اپنی جگہ سے اٹھا تھا۔
"کیا کر رہے تھے فون اٹھانے میں اتنی دیر؟" اس کی کھنکتی شک بھری آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی۔

"کلاس میں تھا۔فون اٹھا نہیں سکتا۔"
"ہیں...... کیا بول رہے ہو۔کوئی ایوننگ کلاسز جوائن کرلی ہیں کیا؟" وہ مزید مشکوک ہوئی۔
"نہیں...... استاد جی ادھر آتے ہیں مجھے کلاس دینے۔" اس کے الجھن بھرے لہجے پر ہاشم نے مسکراہٹ دبائی۔
"اف بکواس نہ کرو۔سیدھی بات بتاؤ نا۔" وہ جھنجلائی۔
"کافی بدتمیز ہو تم لگتا ہے تمہارے ابا نے تمہیں بالکل تمیز نہیں سکھائی۔"
"ابا پہ کیوں جا رہے ہو اب۔" ابرش کی آواز نا چاہتے ہوئے بھی بلند ہوئی۔
"ہاں...... ابا چاہے جس پر جائیں۔جسے جہنم کا ٹکٹ جاری کریں۔" تھوڑی دیر پہلے کی خالو کی باتیں یاد کر کے ہاشم کا حلق کڑوا ہوا۔
دوسری طرف لمحہ بھر کو خاموشی چھائی۔"اچھا تو لگتا ہے ابا نے تمہیں کچھ سنا دیں اور اب تم ان کا غصہ مجھ پر نکال رہے ہو۔" وہ بات کی تہہ تک پہنچ گئی تھی۔
"نہیں خیر...... تم پر تو نہیں نکال رہا۔" وہ دھیما پڑا۔"مگر کبھی کبھی وہ زیادہ ہی حد کر دیتے ہیں۔"
"دیکھو دل بڑا رکھو، تمہیں مجھ سے شادی کرنی ہے۔" ابرش کا انداز ایسا تھا جیسے یاد دلا رہی ہو۔
"ہاں...... کیا فائدہ۔" اس نے ایک آہ بھری۔
"بیٹی کا ہاتھ تو وہ دے نہیں رہے ایک جہنمی کو داماد بنالیں تو جتنا مرضی سنائیں۔اف نہیں کروں گا۔"
"تم جانتے ہو ان کا مسئلہ تم سے نہیں ہے۔وہ تو بس خالو کی وجہ سے۔"
"ہاں تو وہ میرے باپ ہیں۔" ہاشم نے تیزی سے اس کی بات کاٹی۔"میں یا وہ جو بھی کریں۔انہیں ہماری قبر میں نہیں لیٹنا۔انہیں ہماری جگہ جواب نہیں دینا۔خیر چھوڑو، مجھے اس بارے میں مزید بحث نہیں کرنی۔میں بعد میں بات کروں گا۔" بلال کو دکان میں داخل ہوتے دیکھ کر اس نے بات سمیٹی۔
"اچھا ہاشم...... سنو۔" ابرش نے جلدی سے اسے کال کاٹنے سے روکا۔
"کیا؟"
"میں شادی صرف تم ہی سے کروں گی۔" اس کی دھیمی لرزتی آواز ریسیور سے اس کے دل میں اترتی شکر گھول گئی تھی۔
اس کے چہرے پر خوب صورت سی مسکراہٹ آئی۔"جانتا ہوں۔"

digest library.com

☆☆☆

"ابھی تھوڑی دیر پہلے حاجی صاحب سے ملنے جا رہا تھا۔ہاشم کی دکان سے گزرنے لگا تو کان کے پردے پھٹ گئے۔یہ اونچی آواز میں گانا بجانا لگا رکھا تھا۔"
ارے او خدا کے بندے...... گناہ و ثواب سے تو تمہیں کوئی سروکار ہی نہیں، کم سے کم محلے والوں پر تو تھوڑا ترس کھا لو۔یہ اب مجھے سمجھ میں آ رہا ہے حنیف کو یہ اونچا سننے کی بیماری کیوں لگی۔وہ بھی اس کے پڑوس میں ہی رہتا ہے۔"
ابا جی عصر کی نماز پڑھ کے گھر آئے تو برآمدے کے تخت پر براجمان چائے پیتے ہوئے یہ بات چھیڑی اور ادھر کچن میں رات کے کھانے کی تیاری کرتی ابرش کے اعصاب تن گئے۔
"ہوتے ہیں اس عمر میں لڑکوں کے یہ شوق۔آپ کو تو بس اس کی ہر بات پر اعتراض کرنا ہوتا ہے۔" امی برداشت نہیں کر پائی تھیں بھانجے کے خلاف کوئی بات۔
"شوق!" ابا نے استہزائیہ انداز میں دہرایا۔"میرے تو نہیں تھے اس عمر میں یہ شوق۔میں تو اس وقت بھی پنج وقتہ نمازی تھا۔پانچوں وقت کی اذان دینا بھی میری ذمہ داری تھی۔کوئی تبلیغی جماعت آ جاتی تو اس کی ساری خدمت میرے سپرد تھی۔جمعے کی رات تو کبھی گھر میں گزاری ہی نہیں۔کئی چلے لگا چکا تھا۔"
"ہاں...... اب ہر کوئی تو آپ کی طرح نہیں ہو سکتا ناں۔پھر گھر کے ماحول کا بھی اثر ہوتا ہے۔

آپ کے ابا جی پیش امام تھے۔ آپ کو شروع سے ہی ایسی تربیت ملی تھی۔'' انہوں نے اب بھی غیر واضح انداز میں ہاشم کی وکالت کرنے کی کوشش کی تھی مگر انجانے میں ایک اور بحث چھیڑ دی۔

''ہاں...... یہ صحیح کہا۔ گھر کے ماحول کا اثر۔'' سر ہلا کر کہتے ہوئے یہ بات جیسے ان کے دل کو لگی۔'' اس کا باپ ابھی تک نہیں سدھرا تو ہاشم تو ابھی کل کا بچہ ہے۔ مجھے ابھی تک یاد ہے کیسے وہ دوپہر کا سینما گیا۔ رات کا آخری شو دیکھ کر نکلتا تھا۔ نہ کھانے کا ہوش، نہ بیوی بچوں کا۔ اس کی دکان میں بھی اس نے ایسے ہی نور جہاں کے گانے اونچی آواز میں لگائے ہوتے تھے ایک بار تو اسے ابا جی نے ٹوکا بھی تھا۔ وہ تو اللہ بھلا کرے اس کے اس ناٹے ملازم کا جو ریپئرنگ کے لیے لائے سارے ٹی وی لے کر فرار ہوا اور محلے والوں کی جان چھوٹی۔''

''لو اس کم بخت نے کتنا نقصان کیا تھا فضل بھائی کا، بے چاروں کو ادھر ادھر سے پیسے ادھار لے کر ٹی وی کے مالکوں کو دینے پڑے تھے اور آپ اسے دعا دے رہے ہیں۔'' امی نے حیرت اچنبھے اور ناراضی کی ملی جلی کیفیت میں انہیں دیکھا۔

''ہاں تو جب ملازم کے بھروسے دکان چھوڑ کر محلے کے لونڈے لپاڑوں کے ساتھ گل چھرے اڑائے گا۔ تو یہ تو ہوگا ہی۔ کل عقیل کے ساتھ بیٹھا ٹھٹھے لگا رہا تھا۔ میں نے کہا عصر کا وقت ہے۔ نماز پڑھ آئیں۔ تو کہتا ہے ابھی تھوڑی دیر میں پڑھ لوں گا۔ میں نے باجماعت نماز کے فضائل بتائے مگر مجال ہے جو کس سے مس ہوا ہو۔ اس عمر میں آ کے بندہ تہجد پڑھنے لگتا ہے۔ تمہارے بہنوئی سے فرض نمازیں نہیں پڑھی جا رہیں۔'' ابا جی نے آخری گھونٹ بھر کر چائے کی پیالی سا سر میں رکھی۔

''تو آپ مجھے کیوں یہ سب سنا رہے ہیں۔'' امی بالآخر چڑ گئیں۔ ''بہنوئی ہے میرا، کوئی ابا تو نہیں۔'' آخری جملہ وہ ذرا دھیمے سے بڑبڑائیں۔

''اور یہ جو آپ کہہ رہے ہیں نا یہ بھی غیبت کے زمرے میں آتا ہے۔ سن لیں یہ بات۔''

''غیبت نہیں۔ بس وہ وجہ بتا رہا ہوں، جس کے لیے صبح و شام تم میرے کان کھائی رہتی ہو کیا برائی ہے میرے بھانجے میں، کیا خرابی ہے میری بہن کے گھر میں۔ میں ایسے لڑکے کے ہاتھ میں بیٹی کا ہاتھ نہیں دے سکتا جو جمعے کے مسلمانوں میں سے ہو۔'' وہ بولے۔

''ہونہہ...... نرے بہانے۔'' امی اور سلگیں۔

''آپ کو تو شروع سے ہی بیر ہے میری بہن اور بہنوئی سے۔ میں بھی دیکھتی ہوں کون سا ہیرا ڈھونڈتے ہیں اپنی بیٹی کے لیے۔''

اور کچن میں جلتے مسالے پر نظریں جمائے ابرش اپنے دل کو بھی یونہی جلتا محسوس کر رہی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آتا تھا۔ ابا جی کا ارادہ کیسے بدلے گا۔ ہاشم کے لیے اس کے ابا کا نظریہ کیسے بدلے گا۔ ایسے میں اس کی تمام تر بے چینی اور تڑپ دعاؤں میں آ سمٹتی تھی۔ اس نے ہاشم کے علاوہ کسی اور کے ساتھ زندگی گزارنے کے بارے میں کبھی سوچا بھی نہیں تھا وہ اس کا سگا خالہ زاد تھا۔

ابا جی اکثر ہاشم کے والد کی لاابالی فطرت کے بارے میں، تب بھی ایسے ہی بات کیا کرتے تھے مگر ابرش کو لگتا تھا کہ یہ بس معمول کی ناراضی یا ناپسندیدگی ہے۔ فضل خالو کے لیے نہیں بلکہ ان کے طرز عمل کے لیے مگر جس دن خالہ باقاعدہ طور اس کا رشتہ مانگنے آئیں اور ابا جی نے جیسے انکار کیا۔ ابرش کے دل کو پتنگے لگ گئے۔ یہ کوئی معمولی انکار نہیں تھا۔ ان کی تمام تر کوششوں اور پھیروں کے باوجود ابا جی کی ناں، ہاں میں نہ بدلی۔

بات صرف ابرش کی نہیں تھی۔ ہاشم بھی اتنی آسانی سے اس سے دست بردار ہونے کو تیار نہ تھا۔ فی الحال تو یہ معاملہ اٹکا ہوا تھا مگر صرف تب تک جب تک ابا کو ان کی مرضی کا لڑکا نہ مل جاتا اور اس کو یہی پریشانی تھی کہ تب وہ کیا کرے گی۔

☆☆☆

digest library.com

"اماں! میں کہتی ہوں۔ آخر کب تک اپنی بھانجی کے انتظار میں ہاشم کو کنوارا رکھیں گی۔ کچھ یاد بھی ہے عمر کا کون سا سال چل رہا ہے؟ اس کے ساتھ کے لڑکے چار، چار، پانچ پانچ بچوں کے باپ بن گئے ہیں۔ اب تو کچھ خیال کریں۔"

آپا آج پھر آئی بیٹھی تھیں اور جانے آج کون سا پلان بنا کر آئی تھیں۔ مگر اپنا ذکر سنتے ہی ٹی وی کے سامنے بیٹھے میچ دیکھتے ہاشم کے کان کھڑے ہو گئے۔

"یہ میرے ساتھ کے کون سے لڑکے چار پانچ بچوں کے باپ بن گئے ہیں ذرا میں بھی تو سنوں۔" ایسا نہیں تھا کہ اسے عمر کا کوئی کامپلیکس تھا مگر آپا بھی بہرحال حد سے تجاوز کر گئی تھیں۔

"اچھا چلو...... چار پانچ نہ سہی، دو اور تین کے تو بن ہی گئے ہیں۔" آپا نے ہاتھ ہلایا۔

"دو اور تین کے بھی نہیں بنے، بنے ہی نہیں ہیں۔ میرے سارے دوست ابھی تک کنوارے ہیں۔" ہاشم چڑ گیا۔ "اس لیے خدا کے لیے اماں کو یہ الٹی سیدھی پٹیاں پڑھانا بند کریں۔"

"لو...... میں پٹیاں پڑھا رہی ہوں؟ اماں! کیا میں کچھ غلط بول رہی ہوں بتائیں؟" وہ بگڑ کر اماں کی جانب متوجہ ہوئی۔ جن کے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں بکھر گئی تھیں۔

"خالو جی تو ماننے سے رہے، کیا پتا آج کل میں ابرش کا رشتہ بھی کر دیں۔ پھر کیا کریں گے آپ لوگ۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ ہم بھی ہاشم کے لیے لڑکیاں دیکھنی شروع کر دیں۔ بلکہ میری نظر میں ہے بھی ایک لڑکی۔"

انہیں اندازہ نہیں تھا یا پھر انہیں پروا ہی نہیں تھی کہ اپنی گل افشانیوں سے وہ کیسے میچ میں منہمک ہاشم کا سارا انہماک غارت کر گئی تھیں۔

"کوئی ضرورت نہیں ہے آپ کو میرے لیے لڑکیاں دیکھنے کی۔ اماں میرے لیے لڑکی دیکھ چکیں اور میرے لیے وہ کافی ہے۔ یہاں تو بندہ اطمینان سے ٹی وی پر میچ بھی نہیں دیکھ سکتا۔"

ریموٹ پٹخ کر اٹھتے ہوئے اس نے چارجنگ پر لگا اپنا موبائل کھینچا اور تیزی سے باہر نکل گیا۔

"دیکھ لیا تو نے، وہ ابرش کے سوا کسی کے لیے نہیں مانے گا۔ اور سچ کہوں تو مجھے بھی ابرش بہت عزیز ہے۔ مجھ میں نہیں ہمت اس عمر میں غیروں کی منتیں کرنے کی۔" اماں بیزاری سے بولیں۔

"ہاں۔ اپنوں کے پیروں پہ جا کے پڑیں۔ وہ ٹھیک ہے؟" آپا تلملا گئیں۔ "اور آپ کو ابرش عزیز ہے۔ خالہ کو بھی تو ہاشم عزیز ہونا چاہیے ناں۔ وہ کیسے ساری بات خالو کی مرضی پر ڈال کر خود پیچھے ہٹ گئی ہیں۔ چالاک نہ ہوں تو۔"

"دیکھ سمیرا! تو نہ پڑ اس معاملے میں۔ میں ہاشم کو جانتی ہوں بلکہ تو بھی جانتی ہے خواہ مخواہ کسی دوسری لڑکی کی بات کر کے فساد نہ ڈال۔ اگر عنایت بھائی نے ابرش کا رشتہ کہیں کر دیا تب دیکھی جائے گی۔ ابھی رہنے دے اس بات کو۔" اماں نے ہاتھ اٹھا کر گویا بات ہی ختم کر دی۔

آپا چند لمحے تو انہیں دیکھتی رہیں غصے اور بے بسی کی ملی جلی نظروں سے سانسوں کے اتار چڑھاؤ سے اندازہ بھی ہو رہا تھا ان کے اندرونی اشتعال کا مگر پھر کہا تو صرف اتنا۔

"ٹھیک ہے اگر خالو نے ابرش کا رشتہ کہیں اور طے کر دیا اور اللہ کرے کہ کر دیں۔" دوسری بات دل میں سوچی۔ "تو پھر میرے پاس مت آنا ہاشم کے لیے لڑکی دیکھنے کی بات لے کر۔" وہ اپنی بات کہہ کر اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"نہیں آؤں گی چل، جیسے تیری لڑکی بنانے کی فیکٹری ہے ناں۔ کوئی اپنی جیسی لا کر میرے متھے مار دی تو عمر بھر سر پکڑ کے روتی رہوں گی۔"

یہ بات وہ تب بڑبڑائیں جب وہ تقریباً کمرے سے نکل چکی تھیں۔ غنیمت تھا کہ انہوں نے سنا نہیں ورنہ پھر وہ ایک گھنٹہ تک ان کا سر کھاتیں۔

☆☆☆

اس دن وہ عادل کے ساتھ اس کے کیفے میں

بیٹھا تھا۔ ظہر کی اذان ہوئی تو وہ بلا ارادہ ہی اٹھ کھڑا ہوا عادل نے چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

''کدھر بھائی؟'' اس وقت وہ کسی مباحثے میں مصروف تھا اس لیے اس کے اچانک اٹھنے پر اس کا چونکنا فطری تھا۔

''نماز پڑھنے جارہا ہوں۔'' اس نے بتایا۔

''اوہو...... '' عادل کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ آئی۔ ''تو سسر کو رام کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔'' وہ واقف تھا اس معاملے سے اور ہوتا بھی کیوں نہ بچپن کا دوست جو تھا۔

''لعنت ہے تیری سوچ پہ......'' وہ اسے ملامت کرنے والی نظروں سے گھورنے لگا۔

''ہاں تو تجھے جمعے کے علاوہ کب نماز پڑھتے دیکھا ہے میں نے۔'' اس نے بھی جل کر آئینہ دکھایا۔

''وہ بات نہیں ہے۔''

''پھر کیا بات ہے؟'' عادل بغور اس کے چہرے کا جائزہ لے رہا تھا۔

''دیکھو خالو جی کی باتیں مجھے لاکھ بری لگیں مگر ہیں تو سچ ہی۔ اور باتیں بھی نہیں ان کے بات کرنے کا انداز۔'' ہاشم سنجیدگی سے کہہ رہا تھا۔

''جیسے کہ......''

''جیسے کہ بے نمازی کی روزی میں برکت نہیں ہوتی۔'' اس کی پیشانی پر شکن تھی۔

''تجھے کیا کوئی مالی پریشانی ہونے لگی ہے آج کل؟'' عادل نے سوال اٹھایا۔

''ایسا تو نہیں خیر...... مگر ابا جی کو بھی آج کل پیسوں کی ضرورت کچھ زیادہ پڑنے لگی ہے۔ اس کے علاوہ بھی کئی کام اٹکے پڑے ہیں۔ کوئی معاملہ نہیں سدھر رہا۔ اس لیے...... خیال آیا مجھے کہ جب میں فرائض ہی ادا نہیں کر رہا تو پھر اپنے کام نہ ہونے کا یا دعائیں قبول نہ ہونے کا شکوہ بھی کس منہ سے کرتا ہوں۔''

''واہ...... کتنی سمجھ داری کی باتیں کر رہا ہے میرا یار۔'' عادل اسے چھیڑتے ہوئے اٹھ کھڑا ہوا۔ ''آخر تو انسان بن ہی گیا۔''

''کیوں پہلے شتر مرغ تھا۔'' ہاشم تپا۔

''انسان تو نہیں تھا کم سے کم۔'' عادل نے سر کھجایا۔ ''چل میں بھی تیرے ساتھ چلتا ہوں۔''

''سچ میں۔'' ہاشم نے بے یقین نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔ وہ دونوں اس معاملے میں ایک جیسے تھے اس لیے اب اس کی حیرانی بجا تھی۔

''ہاں...... کیا کہوں اب۔ تیری باتیں میرے دل کو لگ گئیں۔'' اس نے کہا تھا۔ ہاشم کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی۔ وہ اپنے ملازم کو ہدایات دے کر اس کے ساتھ ہولیا تھا۔

محلے کی مسجد کی طرف جانے کے بجائے جب وہ گھوم کر اس دوسری سڑک کی طرف آیا۔ کچھ ہی فاصلے پر ایک دوسری مسجد تھی۔

عادل نے اس کا بازو پکڑا۔ ''کیا کر رہا ہے بھائی؟''

''میں نہیں چاہتا۔ تیری طرح خالو بھی یہ ہی سمجھیں کہ میں انہیں دکھانے کے لیے نماز پڑھ رہا ہوں۔'' عادل ہنس پڑا۔

''تو پاگل ہے۔''

جب وہ نماز پڑھ کر دکان پر آیا تو ابا کو وہاں پہلے سے موجود پایا۔ ان کے ساتھ ایک بارہ تیرہ سالہ لڑکا بھی تھا۔

وہ اسے دیکھتے ہی بولے۔ ''کدھر سیر سپاٹے کرتا پھر رہا ہے تو، دکان ان نالائقوں کے بھروسے کے چھوڑ کے۔''

انہیں بالکل پرواہ نہیں تھی کہ وہ سارے نالائق اس وقت دکان میں ہی موجود ہیں اور اس بات پر ناراضی بھری نگاہوں سے انہیں گھورنے بھی لگے تھے۔

''گیا تھا کسی کام سے آپ بتائیں خیر تھی؟'' ہاشم چاہنے کے باوجود نہ جتا سکا کہ میرے نالائق شاگرد آپ کے نالائقوں کی طرح نہیں ہیں کہ دکان سمیٹ کر چلتے بنیں۔ قصہ وہ ابا سے ہزار بار سن چکا تھا

اور یہ بھی کہ اسے اپنے معاونین پر یوں اندھا اعتبار نہیں کرنا چاہیے۔

"ہاں خیریت ہی سمجھو۔ یہ علی ہے احمد ودود کا پوتا۔ تجھے یاد ہوگا میرا وہ دوست؟" اس معصوم صورت لڑکے کا تعارف کرواتے ہوئے جب انہوں نے اس سے یہ سوال کیا تو وہ لحہ بھر کو گڑ بڑا سا گیا۔ اسے بالکل یاد نہیں تھا اباجی کا اس نام کا کوئی دوست، مگر اس نے یہ ظاہر نہیں کیا۔

"ہاں تو؟"

"اس کا ابا چاہ رہا تھا یہ کوئی ہنر سیکھ لے۔ میں نے کہہ دیا۔ ہاشم ہے ناں میرا بیٹا ٹیلر ماسٹر اس کے ساتھ ہی دکان پہ لگوا دیتا ہوں۔ بول ٹھیک کیا ناں میں نے؟" وہ اس سے تائید چاہ رہے تھے اس نے لڑکے کے چہرے پر ایک نگاہ ڈالی۔

"کیا یہ اسکول نہیں جاتا؟"

"جاتا ہوں جی، صبح میں جاتا ہوں۔ دوپہر کے بعد آسکتا ہوں اگر آپ بولیں تو۔" لڑکا جھٹ بول اٹھا۔

ٹھوڑی سہلاتے ہوئے وہ سوچ میں پڑ گیا۔ اس کی دکان کافی چلتی تھی۔ ان کا ایک نام تھا تین معاونین تو پہلے ہی تھے اس کے پاس فی الحال اسے کوئی ضرورت تو نہ تھی مگر اباجی کی سفارش تھی کیسے انکار کرتا۔

"ٹھیک ہے کل سے آنا۔" اس نے بالآخر کہا۔

وہ تو گیا تو ابا اس کی جانب متوجہ ہوئے۔ "سن کچھ چاہیے تھے۔"

وہ ٹھٹک کر ان کی صورت دیکھنے لگا۔ ابھی چار پانچ دن پہلے ہی تو وہ اس سے پانچ ہزار لے کر گئے تھے۔ "کس لیے؟"

وہ نہیں پوچھنا چاہتا تھا کیونکہ اسے ابا کا ری ایکشن پتا تھا پھر بھی جانے کیسے زبان پھسل گئی۔ اور وہی ہوا۔ ابا بھڑک گئے۔

"کیا کس لیے؟ تو میرا ابا ہے کہ میں تیرا ابو ہوں جواب تو مجھ سے حساب بھی مانگنے لگا دینے ہیں تو دے ورنہ انسپکٹر نہ بن۔"

وہ ان سے بحث کرنے کی پوزیشن میں نہیں تھا اور نہ ہی اپنے شاگردوں کے سامنے مزید ڈانٹ کھانے کے موڈ میں تھا۔ اس لیے بے حد خاموشی سے جیب میں ڈال کر جتنے نوٹ ہاتھ لگے سب انہیں پکڑا دیے۔

digest library.com

اور وہ خوشی خوشی وہاں سے رخصت ہو گئے۔

☆☆☆

محلے کی ایک آنٹی آئی تھیں۔ ٹیوشن کے بچوں کو فارغ کرنے کے بعد وہ کچن میں اپنے لیے چائے بنا رہی تھی جب امی نے آکر اطلاع دی۔ اس نے کھولتے ہوئے پانی میں ایک کپ اور ڈال دیا۔

اس کا ارادہ آج خالہ کی طرف چکر لگانے کا تھا۔ وہ کئی دنوں سے نہیں جا سکی تھی دونوں گھروں میں جو حالیہ مسئلہ چل رہا تھا۔ اس سے قطع نظر ابریش نے کبھی وہاں جانا بند نہیں کیا تھا۔ بچپن کی عادت تھی۔ یہ خالہ تھی بھی اسے بہت پیاری یہ بھی شکر تھا کہ ابا نے اس کے وہاں جانے پر کوئی قدغن نہ لگائی تھی ابریش کے لیے یہ ہی بڑی بات تھی۔

چائے پیش کرنے کے بعد وہ تھوڑی دیر ان کے پاس بیٹھی تھی۔ ان خاتون کا انداز کافی لگاوٹ بھرا تھا۔ اسے تھوڑا عجیب ضرور لگا۔ مگر اس کی وجہ تب سامنے آئی جب وہ رخصت ہوئیں۔

"تمہیں دیکھنے آئی تھیں۔" امی نے انکشاف کیا۔

"مطلب؟" وہ پھر بھی نہیں سمجھی۔

"کہہ رہی تھیں۔ بیٹے کے لیے لڑکیاں دیکھ رہی ہیں آج کل، تو میں سمجھ گئی کہ یہاں بھی اسی سلسلہ میں آئی ہیں پھر کہہ بھی دیا۔" امی نے بتایا۔

"تو آپ نے کیا کہا؟" اسے بے چینی ہوئی۔

"میں نے کیا کہنا تھا۔ اس نے ایک دم سے رشتے کی بات نہیں کی۔ کہہ رہی تھی دوبارہ چکر لگائے گی۔ شاید تب یہ بات چھیڑے۔ اچھا ہوتا آج ہی یہ بات کرتی تو میں صاف جواب دے دیتی اب جانے

digest library.com

کب آئے۔ خواہ مخواہ سر پر یہ تلوار لٹکتی رہے گی۔"
"کیا امی...... ایسے ہی صاف جواب دے دیتیں۔ جاننے کی کوشش بھی نہ کرتیں کہ رشتہ کیسا ہے؟ کیا پتا لڑکا کوئی بڑے گریڈ والا آفیسر ہو گاڑی اور بنگلے کے ساتھ۔"
امی کی بیزاری پر اسے دل ہی دل میں ہنسی آئی تھی اسی لیے مسکراہٹ دبائے شرارت سے پوچھا۔
"ہونہہ سرکاری افسر۔" امی نے ہنکارا ابھرا۔
"پہلی بات تو یہ کہ ان لوگوں کو میں جانتی ہوں۔ ویسے بھی گاڑی اور بنگلے والا ہوتا تو اس کی ماں یہاں لڑکی دیکھنے نہ آتی۔ دوسری بات یہ کہ تمہارے ابا کے نزدیک تو سب سے پہلے سرکاری لوگوں کی آمدن ہی مشکوک ہے۔ ان کی باقی شرطیں تو بعد میں آتی ہیں۔"
"لیکن وہ خود بھی تو سرکاری ملازم رہ چکے ہیں نا؟" ابرش کو اچنبھا ہوا۔
"اسی لیے تو کہتے ہیں۔ سرکاری محکموں میں رہ کر خود کو اوپر کی آمدنی سے بچانا ایسے ہی ہے جیسے آگ کے درمیان رہ کر خود کو آگ سے بچانا۔ خود تو انہوں نے ساری زندگی پھونک پھونک کر گزاری۔ مگر آج کل لوگ کہاں دیکھتے ہیں حلال حرام کی تمیز، اللہ معاف کرے۔ میں نے بھی شروع دنوں میں تمہارے ابا سے بہت لڑائیاں لڑی ہیں۔ غریب گھر کی لڑکیوں کو ایک شوہر کے گھر کا ہی آسرا ہوتا ہے اگر وہاں بھی ایک ایک چیز کے لیے ترسنا پڑے تو سمجھو سارے ارمان گئے پانی میں، مگر یہ تو اچھا ہے تمہارے ابا ارادوں کے بڑے پکے ہیں۔ میری ایک نہ چلنے دی۔ اب سوچتی ہوں تو لاکھ لاکھ شکر ادا کرتی ہوں۔ چند روزہ عیش و آرام کے لیے جہنم کی آگ پیٹ میں ڈالنا کہاں کی عقل مندی ہے۔" امی کہہ رہی تھیں۔
وہ سوچ میں پڑ گئی۔ ایسے امی ابا نے کبھی کسی چیز کی کمی محسوس نہیں ہونے دی تھی۔ پھر اس کے خواب بھی زیادہ اونچے نہیں تھے۔ اس نے جس شخص کی خواہش کی تھی۔ وہ گاڑی اور بنگلے کا مالک تو نہیں تھا مگر اس کے دل کا تو تھا اور اس کے لیے یہی کافی تھا۔

اس نے امی سے خالہ کے گھر جانے کا کہا تو وہ متردد ہو گئیں۔
"اچھا ٹھہرو پھر، ولید سے کہہ دیتی ہوں۔"
انہوں نے پڑوس کے گیارہ سالہ بچے کا نام لیا۔
"اف! امی اگلے شہر نہیں جا رہی۔ ساتھ والی گلی جا رہی ہوں۔" وہ جھنجلا گئی۔
"مگر اکیلے جانا بھی تو ٹھیک نہیں۔" امی معترض تھیں۔
"ہاں اگر کچھ ہوا تو آپ کا یہ ننھا باڈی گارڈ تو جیسے مجھے بچا ہی لے گا۔" وہ تپ گئی۔
"اللہ نہ کرے کہ کچھ ہو۔ کیا اول فول بکے جا رہی ہو۔" ان کا پارہ تو چڑھنا ہی تھا اس بات پر۔
"اچھا ٹھیک ہے چھوڑیں۔ کچھ نہیں ہوتا۔ میں اکیلی چلی جاؤں گی۔" وہ ان کے مزید کچھ کہنے سے پہلے ہی چادر لینے دوسرے کمرے کی طرف چلی گئی۔
خالہ کی گلی میں داخل ہوتے ہی اسے یاد آ گیا کہ پچھلی بار، یہاں سے رخصت ہوتے ہوئے اس نے تہیہ کیا تھا کہ وہ اب یہاں اکیلی نہیں آئے گی۔ دراصل پچھلے کچھ عرصے سے یہاں آوارہ لڑکوں کا ایک گروپ بیٹھنے لگا تھا۔ وہ براہ راست تو کچھ نہیں کہتے تھے مگر ان کا گھورنا ہی ابرش کو نروس کر دیتا تھا۔ اب اس کے لرزتے قدموں میں تیزی آ گئی تھی۔ وہ جیسے ہی خالہ کے دروازے کے قریب پہنچی۔ اسی وقت دروازہ کھول کر خالو باہر نکل آئے۔ اور اس کا اٹکا ہوا دم بحال ہوا۔
"ارے...... یہ تو میری بیٹی آئی ہے۔" وہ اسے دیکھ کر بے اختیار خوشی کا اظہار کیے بنا نہ رہ سکے ابرش کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ آئی۔
انہوں نے اندر کی طرف آواز لگائی۔ "دیکھ تو کون آیا ہے۔ کھانا کھائے بغیر نہ جانے دینا میری بیٹی کو۔" پھر دروازہ کھول کر ایک سائیڈ پہ ہوئے۔ "اندر آ جا...... میں آیا اپنا ایک ضروری کام کر کے۔"
اللہ جانے خالو کے وہ ضروری کام کیا ہوتے تھے، جن کے نتیجے اور اثرات کبھی ان کی زندگی پر

مرتب ہوتے نہ دیکھے۔
اس کا پہلا ٹاکرا ہی ہاشم سے ہوا جو شاید خالو کی آواز سن کر اپنے کمرے سے نکلا تھا۔ بال بھیگے اور بے ترتیب تھے۔
"مجھے لگا آپا آئی ہیں۔" خالو کے میری بیٹی کہنے پر اس نے یہی نتیجہ اخذ کیا۔
وہ کیا کہتی صرف بھنویں اچکا کر رہ گئی۔
"کس کے ساتھ آئی ہو؟" اس کا اگلا سوال ہی عجیب تھا۔
ابرش چونکی بھی تو اظہار نہیں ہونے دیا۔ "میں ہمیشہ اکیلی ہی آتی ہوں۔"
"مگر اب احتیاط کرو۔" وہ سنجیدگی سے بولا۔
"اچھا...... اب سے جو میرے ساتھ بھائی بیٹھے ہیں گھر میں، ان سے کہوں گی ساتھ آنے کے لیے۔" اسے غصہ ہاشم کے انداز پر آنے لگا۔ بجائے اسے دیکھ کر کھل جانے کے اس کا رویہ کتنا سنجیدہ اور روکھا تھا۔ بدمزاج کہیں کا۔
"زیادہ چڑنے کی ضرورت نہیں۔ میں اسی لیے کہہ رہا ہوں کہ جب سے یہ نئے لوگ یہاں شفٹ ہوئے ہیں، تب سے ان کے لڑکوں نے اس گلی کو اپنا اڈا بنالیا ہے۔ تمہارا یہاں اکیلے آنا مناسب نہیں، میں پہلے ہی ان پر خار کھائے بیٹھا ہوں۔ ایسے میں تمہیں کسی نے کچھ کہہ دیا تو میں کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔" ہاشم کا انداز خطرناک حد تک سنجیدہ تھا۔ ابرش خاموشی سے اس کا چہرہ دیکھے گئی۔
"میں تمہیں لا لے جاسکتا ہوں۔ مگر اس کے لیے خالو راضی نہیں ہوں گے۔ اس لیے تمہارا نہ آنا ہی بہتر ہے۔"
"ہاں...... تم تو چاہتے ہی نہیں کہ میں یہاں آؤں۔" محویت سے اسے تکتے ہوئے اس آخری جملے پر اسے آگ لگ گئی۔
"بالکل میں چاہتا ہوں یہ آنیاں جانیاں ختم ہوں اور تم ہمیشہ کے لیے یہاں آجاؤ۔" اس کی سفید رنگت میں گھلتی سرخی نے ہاشم کا موڈ بدلنے میں جادوئی کردار ادا کیا تھا اس لیے مسکراہٹ چھپائے بولا۔
"تمہارے لیے نہیں، خالہ کے لیے آتی ہوں۔" اب اس کا غصہ کہاں اتنی آسانی سے ختم ہوتا۔
وہ خالہ کے کمرے کی سمت آئی۔ خالہ نماز پڑھنے میں مصروف تھیں۔ وہ وہیں کرسی پر بیٹھ کر ان کے سلام پھیرنے کا انتظار کرنے لگی۔
ہاشم نے کمرے میں جھانکا۔ "چائے پلا دو گی؟" تھوڑی دیر پہلے کی تناؤ بھری کیفیت اب غائب تھی اس کے چہرے سے لگ رہا تھا جیسے اس نے اب ابرش کو دیکھا ہو۔ اور اسے اب احساس ہوا ہو کہ وہ اسے کتنے دنوں بعد دیکھ رہا ہے۔
"زہر نہ پلا دوں؟" اس نے طنز کا تیر مارا۔
اسی وقت اماں نے سلام پھیرا۔ وہ جوابا کوئی شوخ سا جملہ کہنے لگا تھا۔ اسے دل ہی میں دبائے واپس پلٹ گیا۔

☆☆☆

"آج کل مجھے ایک عجیب سی بات پریشان کر رہی ہے۔" اس کی نظریں انگلیوں میں دبی سلگتی سگریٹ پر تھیں۔
"جو بات تجھے پریشان کہہ رہی ہے۔ وہ عجیب بالکل نہیں ہے۔ بہت سی پریم کہانیوں میں ہیروئن کے ابا ہی ولن کا رول ادا کرتے دکھائی دیتے ہیں۔" عادل کے نزدیک تو اس کی زندگی کا واحد مسئلہ یہ تھا۔
"بات وہ نہیں ہے۔" اس نے سر ہلایا۔ "میں ابا جی کی وجہ سے پریشان ہوں۔"
"یہ بھی عجیب نہیں۔ تو تو بچپن سے ہی اپنے ابا کی وجہ سے پریشان ہے۔" عادل نے اب بھی بات ہلکے میں اڑائی۔
وہ لب بھینچے اسے گھورنے لگا۔ "پوری بات سنے گا بھی یا بکے جائے گا بیچ میں۔"
"اچھا ٹھیک ہے سنا۔" عادل نے اب موبائل جیب میں رکھ کر پوری توجہ اس کی جانب کی۔
"مجھے...... مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے ابا کا کہیں

چکر چل رہا ہو۔" وہ جھجکتے ہوئے بولا اور عادل اچھل پڑا۔

"کیا......؟ کیا مطلب چکر چل رہا ہے۔ کسی عورت کے ساتھ؟" بے یقینی سے اس کی آواز کچھ زیادہ بلند ہوگئی۔

ہاشم نے گھبرا کر اس کے شانے پر ہاتھ مارا۔

"کیا کہہ رہا ہے۔ آرام سے بول اور ظاہر ہے کہ عورت کے ساتھ مرد کے ساتھ تو چلنے سے رہا۔" وہ بھنا گیا۔

digest library.com

"زمانہ بہت بدل گیا ہے میرے دوست۔"

کندھے اچکاتے ہوئے عادل نے جس انداز میں یہ بات کی۔ ہاشم کی کھوپڑی سلگ گئی۔

"تو مرے گا میرے ہاتھوں۔"

"ہاں تو کیا غلط کہا خیر مجھے یقین ہے کہ ایسا کچھ نہیں۔ ویسے بھی میرے ابا کہتے ہیں۔ جوانی میں فضل میں ہر برائی موجود تھی سوائے عورتوں کے چکر میں الجھنے کے۔" عادل نے اپنے ابا کے خیالات بیان کیے۔ "تو جب جوانی میں انہوں نے ایسی کوئی حرکت نہیں کی تو اب اس بڑھاپے میں انہیں کیا پڑی تیرے لیے دوسری اماں تلاش کرنے کی۔"

"عقل تو گھاس چرنے کسی بھی وقت جاسکتی ہے بلکہ اکثر لوگوں کی تو جاتی ہی بڑھاپے میں، یہ پچھلی گلی کے قیوم صاحب کو جانتا ہے؟ دادا، نانا بن کر بھی اپنی نواسی کی عمر کی لڑکی کو شادی کر کے گھر لے آیا۔"

ہاشم کو اچانک ہی یہ بات یاد آئی اور دل اور بیٹھ گیا۔

"مگر تیری عقل تو جوانی میں ہی گھاس چرنے چلی گئی اور ابھی تک واپس نہیں آئی جب ہی تو یہ بکواس کر رہا ہے۔" عادل نے اس پر طنز کیا۔ "تیرے اس شک کی بنیاد کیا ہے؟ کیا آج کل وہ تیار شیار زیادہ رہنے لگے ہیں؟"

"نہیں۔" ہاشم نے اس سوال پر چونک کر اسے دیکھا۔ "رہتے تو وہ اپنے اسی ملنگ حلیے میں ہی مگر انہیں پیسوں کی ضرورت کچھ زیادہ ہی پڑنے لگی ہے آج کل۔ اگر کسی عورت کا چکر نہیں ہے تو جوئے کا چکر تو پکا ہے۔"

"ارے یار......" عادل ایک گہری سانس بھر کر رہ گیا۔ "اتنا ذہن کو ادھر ادھر دوڑانے کی کیا ضرورت ہے۔ پوچھ لے ناں ان سے سیدھے سیدھے۔"

"تو نہیں جانتا ابا کو۔ پوچھتا ہوں تو وہ مجھ پر چڑھ دوڑتے ہیں۔ مجھے ان سے اپنی درگت نہیں بنوانی۔" اس نے آخری کش لے کر سگریٹ پھینکی۔

"تو پھر ایک ہی حل ہے۔ جاسوس بن کر ایک دن کے لیے پیچھا کر ان کا۔ دیکھ کہاں جاتے ہیں۔ کیا کرتے ہیں۔" عادل نے اگلا مشورہ پیش کیا۔

"اور جو انہوں نے پکڑ لیا۔ پیچھا کرتے ہوئے۔ ساری جاسوسی ناک کے راستے باہر نکال دیں گے۔" اس نے مشورہ سنتے ہی رد کیا۔

"تو پھر ڈرتا رہ یونہی۔ تیرا کچھ نہیں ہوسکتا۔" عادل چڑ گیا۔

ہاشم ہنسنے لگا۔ "ویسے یہ جاسوسی والا آئیڈیا اچھا ہے۔ سوچوں گا اس پہ۔"

"صرف سوچتا مت رہ۔ جلد از جلد عمل بھی کر۔ ورنہ ایسا نہ ہو پھر کسی خود سے بھی کم عمر نوخیز دوشیزہ کو اماں کہنا پڑے۔" عادل نے اسے تپانے کو یہ بات کہی تھی۔ مگر ہاشم واقعی دہل گیا۔

"ابھی خود ہی تو بکواس کر رہا تھا کہ ابا ایسا نہیں کر سکتے۔"

"ہاں ضروری نہیں کہ نوعمر ہو، پکی عمر کی بھی ہوسکتی ہے۔" اس کی ہراساں صورت دیکھ کر دل میں ابلتا قہقہہ دبائے عادل کا لہجہ سنجیدگی سے پر تھا۔

مگر اس بار ہاشم کے کچھ کہنے سے پہلے ہی ہانپتی سانسوں اور تمتمائے چہرے کے ساتھ عدیل بھاگتا ہوا آیا تھا اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔

"ہاشم بھائی......آپ کے خالو کا ایکسیڈنٹ ہوگیا۔"

"کیا کہہ رہا ہے۔" وہ اچھل پڑا۔

"میں ابھی دیکھ کر آرہا ہوں ادھر بینک والی

سڑک پر۔“
اس نے یہ سنتے ہی ادھر دوڑ لگادی۔ عادل اس کے پیچھے تھا۔

☆☆☆

اس دن کچھ ضروری سودا سلف کے لیے مارکیٹ جاتے ہوئے، ان کے گمان میں بھی نہیں تھا کہ آج انہیں کیا دیکھنے کو ملے گا۔ وہ اس وقت والیں پیک کروار ہے تھے جب ان کی نظر فضل پر پڑی۔ وہ چونکے ضرور کیونکہ جہاں تک انہیں یاد پڑتا تھا فضل نے کبھی گھریلو سامان کی خریداری کی ذمہ داری نہیں اٹھائی تھی۔ اس وقت بھی جب اٹھانی چاہیے تھی اب تو خیر ہاشم نے انہیں ہر ذمہ داری سے بری الذمہ کر دیا تھا۔

وہ آلو پیاز کے ریٹ پوچھ رہے تھے۔

اسی وقت زمان نے بھی انہیں ان کا سامان پکڑایا۔ وہ انہیں پکارنے ہی لگے تھے کہ اچانک انہیں رکنا پڑا۔

فضل اپنے ساتھ کھڑے، آٹھ نو سال کے بچے کو دوسرے ہاتھ میں پکڑے سودا سلف کا تھیلا پکڑا رہے تھے۔

”یہ کون ہے؟“ کندھے پر پڑے رومال سے ماتھے پر آیا پسینہ پونچھتے ہوئے وہ سوچ میں پڑ گئے۔ فضل نے انہیں نہیں دیکھا تھا۔ وہ اس بچے کے ساتھ ہی وہاں سے روانہ ہوئے۔

اور ان کے قدم بنا سوچے سمجھے ان کے پیچھے اٹھ گئے۔ کیا کیا خیالات نہ آرہے تھے ذہن میں، یہ بات تو اب پکی ہوگئی تھی کہ وہ گھر نہیں جارہے تھے۔ اور اس کے ساتھ وہ لڑکا کون تھا؟

ان کے پیچھے چلتے ہوئے عنایت خالو کو یہ احساس بھی نہیں تھا کہ اگر فضل نے پیچھے مڑ کر دیکھ لیا تو کیا ہوگا۔ اب وہ کوئی مشاق جاسوس تو تھے نہیں کہ تعاقب کرنے کی نزاکتوں کا خیال رکھتے۔ مگر فضل بھی جانے کن خیالوں میں گم تھے کہ گرد و پیش سے بے نیاز آگے ہی آگے بڑھتے چلے جارہے تھے۔

اب وہ محلے کو مین روڈ سے ملانے والی سڑک پر تھے۔ فضل تو اس بچے کے ساتھ کافی تیزی سے سڑک پار کر گئے۔ جب عنایت خالو نے بھی اسی تیزی کا مظاہرہ کرنا چاہا تو ان کے سامنے، اچانک ہی کچرے اٹھانے والی گاڑی سیسہ پلائی دیوار بن کر کھڑی ہوگئی دل ہی دل میں جھنجلاتے ہوئے وہ سائیڈ سے ہو کر جب سڑک کی دوسری طرف آئے فضل بغل والی گلی میں مڑ رہے تھے۔

انہوں نے تقریباً بھاگتے ہوئے قدموں سے ان تک پہنچنے کی کوشش کی۔ گلی کے سرے تک پہنچ بھی گئے۔ تب ہی گلی سے نکلنے والی ایک تیز رفتار بائیک ان کے سامنے آگئی تھی۔ اور اگلے ہی پل ان کے ہاتھ میں پکڑے دال کے تھیلے ہوا میں اور وہ خود زمین پر تھے۔

ہاشم کو وہاں پہنچنے میں زیادہ دیر نہیں لگی تھی۔ عادل نے آتے ہی اس لڑکے کو پکڑ کر تین چار کرارے ہاتھ جما دیے۔ جسے عادل اپنے دوستوں کے حوالے کر کے اطلاع دینے ان کے پاس آیا تھا۔ وہ لڑکا بھی اٹھارہ کا بھی نہیں تھا۔

”کیوں بے، تیرے باپ نے کیا موٹر سائیکل کے ساتھ سڑک بھی خرید کر تیرے نام کر دی ہے۔“

”میں قسم کھاتا ہوں یہ اچانک میرے سامنے آگئے تھے۔ میری غلطی نہیں ہے۔“ وہ روتے ہوئے چلا رہا تھا۔

”عادل...... چھوڑ اسے...... میرے ساتھ چل۔“ ہاشم نے اسے آواز لگائی تو عادل نے اس کی جان بخشی۔

وہ انہیں گاڑی میں ڈال کر قریبی اسپتال کے ایمرجنسی لے آئے تھے۔ جب انہیں ٹریٹ کیا جارہا تھا۔ عادل اس کے پاس آیا۔

وہ سینے پر ہاتھ باندھے مضطرب سا کھڑا تھا۔

”گھر فون کرے گا؟“

وہ چونکا پھر نفی میں سر ہلایا۔ ”ابھی نہیں...... پٹی وٹی ہو جائے پھر، گھر ہی لے جاؤں گا سیدھے۔“

یہ بھی غنیمت تھا کوئی بڑا نقصان نہیں ہوا تھا۔ سوائے دائیں ہاتھ میں فریکچر کے اور ماتھے پر ٹانکے آئے تھے۔ اس کے علاوہ وہ اپنے پیروں پر چلنے پھرنے کے قابل تھے اور یہ شکر کا مقام تھا۔
واپسی پر ان کے حواس کافی حد تک بحال ہو چکے تھے۔ ہاشم نے انہیں سہارا دے کر گاڑی میں بٹھایا۔
ہاشم کے چہرے پر نظر پڑتے ہی انہیں پھر سے فضل کی یاد آئی تھی۔ وہ ان کے ساتھ ہی پچھلی سیٹ پر بیٹھ گیا۔
"ویسے آپ وہاں کر کیا رہے تھے خالو جی۔ وہ علاقہ تو ہمارے گھر سے کافی ہٹ کر ہے۔" جب گاڑی روانہ ہوئی۔ ہاشم یہ سوال کرنے سے خود کو باز نہ رکھ سکا۔ کیونکہ یہ بات کافی دیر سے اسے الجھا رہی تھی۔
"تو نے اپنے ابو کو دیکھا؟" بجائے اس کے سوال کا جواب دینے کے انہوں نے جو لایعنی سوال کیا۔ ہاشم حیران ہو کر ان کا منہ تکنے لگا۔
"کدھر؟"
"ادھر...... چھوڑ...... مجھے لگا تیرا ابا بھی تھا۔" انہوں نے ایک ہنکارا بھرا اور کھڑکی سے باہر دیکھنے لگے۔
"نہیں ابا جی نہیں تھے۔ صرف میں ہی تھا عادل کے ساتھ۔" ہاشم سمجھا، وہ ایکسیڈنٹ کے بعد کی بات کر رہے ہیں۔
ڈرائیور کے ساتھ بیٹھے عادل نے گردن موڑ کر ہاشم کی الجھی ہوئی صورت دیکھی پھر اشارہ کیا۔ وہ کہنا چاہ رہا تھا کہ اس حادثے کی وجہ سے شاید ان کے اعصاب ہلے ہوئے ہیں۔ ہاشم ایک گہری سانس بھرتا خاموش ہو گیا۔
گھر پہنچنے پر خالہ اور ابرش کا ردعمل شدید تھا۔ یہ تو وہ جانتا تھا۔ اس لیے تو ہاسپٹل میں بھی فون کرنے سے احتراز برت رہا تھا فون پر وہ انہیں بتاتے ہوئے لاکھ احتیاط کرتا وہ نہیں سمجھتے۔ جیسے اب خالو کو اپنے پیروں پر چل کر آتا دیکھ بھی ان کے اوسان خطا ہو گئے تھے۔
"یہ کیا ہوا۔ کر کیا رہے تھے، کیسے ہوا؟" زردی ملی رنگت کے ساتھ سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے خالہ نے سہمے ہوئے لہجے میں سوالات کی بوچھاڑ کر دی تھی۔ اور ابرش نے تو انہیں دیکھتے ہی رونا شروع کر دیا تھا۔
"اری نیک بخت، میں بالکل ٹھیک ہوں۔ اللہ نے کرم کیا ہے کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی مجھے۔" ہاشم کی مدد سے بیڈ پر نیم دراز ہوتے ہوئے انہوں نے توانا لہجے میں ان کی تشفی کرانی چاہی۔
"لو...... پٹیوں میں جکڑے ہوئے گھر آئے ہیں اور کہہ رہے ہیں کوئی بڑی چوٹ نہیں آئی۔" غصہ ہو کر کہتے ہوئے ان کا اشارہ ان کے ماتھے کی بینڈیج اور ہاتھ کی پٹی کی طرف تھا۔
"کیا کر رہے تھے ابا جی...... کیسے آئی اتنی چوٹ۔" ابرش گلوگیر لہجے میں کہتی ان کے پیروں کے پاس بیٹھی۔
digest library.com
"ہاشم بیٹا...... تم بتاؤ...... یہ سب کیسے ہوا؟" خالہ اس کی طرف مڑیں۔
"بائیک نے ٹکر ماری خالہ جی، میں دکان میں تھا اس وقت جب عدیل نے آ کر بتایا اور میں دیکھنے دوڑا۔ وہاں سے اسپتال گئے۔ باقی یہ تو مجھے بھی نہیں پتا کہ بائیک نے ٹکر کیسے ماری۔" خالو کی چوٹوں کی طرف پرسوچ نظروں سے دیکھتے وہ انہیں بتا رہا تھا۔
"سینگوں پر اٹھا کر ماری۔" ہاشم کے آخری جملے پر خالو جی بھنا کر بول اٹھے۔ "کیسے ٹکر ماری کا کیا مطلب ہے اچانک سامنے آئی اور مار دی۔" ان کا یہ غصہ ہاشم اور خالہ دونوں کے لیے تھا۔ "تو چھوڑ یہ باتیں۔ ہاشم کو چائے پانی پوچھ، تھک گیا ہوگا بھاگ دوڑ کر کے۔" انہوں نے غصے کو آڑ بنا کر تیزی سے موضوع بدلا تھا۔ اس سے پہلے کہ ان کے سوال "کہاں پر ٹکر ماری" تک پہنچتے۔
"نہیں مجھے دکان جانا ہے۔ پہلے ہی کافی دیر ہو گئی ہے۔ پھر آؤں گا۔ آپ کو اسپتال لے جانے۔"

اس نے خالہ کو دوائیوں والا لفافہ دیتے ہوئے انہیں سمجھایا اور پھر انہیں خدا حافظ کہتا باہر نکل آیا۔

"ہاشم" وہ دروازے تک پہنچا ہی تھا کہ ابرش کی آواز پر اس کے قدم تھمے۔ اس نے پلٹ کر دیکھا۔ اسے احساس نہیں ہو سکا تھا کہ وہ کب اٹھ کر دبے پاؤں اس کے پیچھے چلی آئی۔

"شکریہ۔" اس کی آنکھیں نم تھیں اور رخسار سرخ تمتمائے ہوئے۔

"حد ہے یار...... اب اس کے لیے بھی شکریہ بولو گی۔" وہ دھیرے سے ہنس دیا۔

"ہاں بولوں گی۔ آج اگر تم وقت پر نہ پہنچتے تو پتا نہیں کیا ہوتا۔" نظریں جھکائے کہتے اس کا لہجہ پھر سے بھر آنے لگا۔

ہاشم نے ایک گہری سانس لی۔"تو شاید کوئی اور انہیں اسپتال لے جاتا۔ اب اتنا بھی اندھیر نہیں مچا۔"

"لے تو جاتا مگر وہ ترحم اور ہمدردی ہوتی۔ اور تم نے ذمہ داری نبھائی ہے۔" وہ کہنا چاہتی تھی۔

"اور میں کیوں نہ ہوتا؟ میں یہیں ہوں ہمیشہ تمہارے لیے، خالو کے لیے۔" وہ اس کے جھکے ہوئے سر کو دیکھتے ہوئے کہہ رہا تھا۔"اور رہوں گا پھر چاہے خالو مجھے ناپسند کریں یا داماد بنانے کے قابل نہ سمجھیں۔" اس نے مسکراتے ہوئے شرارت سے کہا۔ مگر وہ نہیں جانتا تھا۔ اس کی اس بات نے ابرش کے دل کے سلگتے زخموں پر نمک کا کام کیا تھا۔

اس کی آنکھیں ٹپ ٹپ پھر سے برس پڑیں۔

"ابرش......" کسی قدر تحیر اور بے چینی سے کہتے ہوئے اس کا لہجہ دھیما پڑ گیا۔"بس کرو میری جان...... تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔"

اس کا بس نہیں چل رہا تھا آگے بڑھ کر اس کے آنسو اپنی پوروں پر چن لے۔ داخلی دروازے سے خالو کے کمرے کا فاصلہ کافی زیادہ تھا۔ یقیناً وہاں تک ان کے دھیمے سروں میں باتیں نہیں پہنچ رہی تھیں پھر بھی احتیاط کے پیش نظر، وہ اس سے دور کھڑا بے بسی سے بس اسے دیکھ رہا تھا۔

"میں ٹھیک ہوں...... تم جاؤ۔" اس نے ہتھیلی سے اپنے آنسو پونچھے۔

"ایسے کیسے...... مسکرا کے دکھاؤ تاکہ مطمئن ہو کے جاؤں۔"

"اب ٹھیک ہے؟" اس نے بدقت مسکرانے کی کوشش کی۔

"ٹھیک تو نہیں ہے مگر چلے گا۔" پھیکے پن سے مسکراتے ہوئے وہ دروازے کے پاس بنی کیاریوں پر جھکا۔

ابرش تب سمجھی جب اس نے موتیا کی ایک کلی توڑ کر اس کی جانب اچھالی۔ اس نے سرعت سے دونوں ہاتھوں کے پیالے میں اسے سنبھالا۔

اس سفید اجلی کلی پر نظر پڑتے ہی اس کے ہونٹوں پر حقیقی مسکراہٹ آ گئی تھی۔

"اب ٹھیک ہے۔" وہ بھی دل سے مسکرا کر دروازے سے باہر نکل آیا تھا۔

☆☆☆

اسے رات گھر آتے ہوئے کافی دیر ہو گئی تھی گیٹ کو تالا لگا کے وہ سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھنا چاہ رہا تھا کہ بیٹھک میں بیٹھے ابا نے اسے آواز لگائی۔"اوئے ہاشم۔"

"جی ابا جی!" وہ اندر داخل ہونے کی زحمت کیے بغیر دروازے میں ہی کھڑا انہیں دیکھنے لگا۔

"یہ کیا ہوا تھا آج؟ عنایت کو کسی موٹر سائیکل نے ٹکر ماری دی تھی؟" انہوں نے سوال کر کے خود ہی جواب دے کر آخر میں لہجہ پھر سے سوالیہ بنا لیا تھا اور ہاشم کی سمجھ میں نہیں آیا کہ جب انہیں پتا تھا کہ ہوا کیا تو وہ پوچھ کیا رہے تھے۔

"ہاں ابا جی...... یہی ہوا تھا۔" اس نے جلتی ہوئی آنکھیں مسلیں۔

"تو اس بندے کو پکڑا کہ نہیں؟"

"بندہ کہاں تھا ابا جی، بچہ تھا وہ کیا کرتے اسے پکڑ کے۔" وہ لہجے سے بیزاری جھلکنے نہیں دینا چاہتا تھا۔ تھکن اس پر حاوی تھی اور ابا جی کو اب تفتیش کرنا یاد

آیا تھا۔

"بچہ تھا پھر تو اور پھینٹی لگانی چاہیے تھی کیسے ماں باپ ہیں جو بچوں کو موٹر سائیکلیں دے کر کھلا چھوڑ دیتے ہیں کہ جاؤ ایکسیڈنٹیں کرتے پھرو۔" ان کے لہجے میں بھرپور غصہ تھا۔

البتہ چہرے کے تاثرات ہاشم ٹھیک سے دیکھ نہیں پایا۔ اس نیم اندھیرے کمرے میں ٹی وی کی رنگ برنگی روشنیوں کا عکس ان کے چہرے پر پڑ رہا تھا۔

digest library.com

"ہم نے اس کے ماں باپ سے بات نہیں کی اور پھر خالو نے بھی منع کر دیا تھا۔" اس نے بتایا۔

"آپ کو ان کی طبیعت پوچھنے کے لیے جانا چاہیے۔"

"چلا جاؤں گا کل۔ تو میرا ابا نہ بن۔" انہیں ہاشم کے منہ سے یہ مشورہ پسند نہیں آیا۔

ہاشم نے ہونٹ بھینچ لیے وہ ان سے اس وقت کچھ اور پوچھنا چاہ رہا، اسی کشمکش میں تھا کہ پوچھتے ہوئے لہجہ کتنا نارمل رکھے کہ ابا جی کو غصہ نہ آئے۔

"کیا دیکھ رہے ہیں ابا جی۔" یہ وہ سوال نہیں تھا جو اس کے ذہن میں تھا۔

"ندیم کی فلم دیکھ رہا ہوں۔ آجا تو بھی اگر نیند نہیں آ رہی۔" ان کی نظریں اب اسکرین پر تھیں۔

"نہیں...... میں۔" وہ کہتے کہتے رکا۔

"ابا جی...... کیا آج کل کوئی نیا دوست مل گیا ہے آپ کو؟" اسے دوست ہی کہنا پڑا۔ سہیلی تو کہہ نہیں سکتا تھا۔

"ہیں...... کیا کہہ رہا ہے؟" وہ حیران ہو گئے۔

"وہ آج کل آپ گھر میں زیادہ دکھائی نہیں دیتے ناں اس لیے پوچھا۔" اس نے لہجہ سرسری رکھا۔

"تجھے کیسے پتا میں گھر پر نہیں ہوتا تو تو خود سارا دن دکان پر ہوتا ہے۔" ہاشم ان کا گھورنا محسوس کر سکتا تھا۔

"وہ اماں نے بتایا ناں۔" اسے بروقت بات سوجھی۔

وہ ایک پل کے لیے خاموش ہو گئے پھر بولے۔ "ہاں ایک دوست تو ہے۔ نیا نہیں ہے پرانا ہے مگر۔ چل تو جا کے سو جا مجھے بھی فلم دیکھنے دے۔" انہوں نے ایک دم سے بات سمیٹ کر اسے جانے کا کہہ کر گویا مزید ڈسٹرب نہ کرنے کی ہدایت کی۔

وہ مزید بے چین ہوتے دل کے ساتھ اپنے کمرے میں آیا تھا۔ جوتے اتار کر بیڈ پر نیم دراز ہوئے اس نے اپنا موبائل نکالا تو ابرش کے کئی میسج تھے۔

"کل پہلی فرصت میں کال کرنا۔ بات کرنی ہے تم سے۔"

وہ پیشانی سہلاتے ہوئے سوچ میں پڑ گیا کیا بات کرنی ہوگی اسے۔

ایک تو آج کل ہر بندہ اسے ٹینشن زدہ سسپنس میں ڈال رہا تھا۔ چاہے وہ ابا ہوں یا خالو ہوں یا پھر اب ابرش، رات کافی ہو چکی تھی۔ ساڑھے گیارہ بج رہے تھے۔ اگر ابرش جاگ رہی ہوتی تو بھی اسے یہ وقت مناسب نہیں لگ رہا تھا اسے کال کرنے کے لیے، پھر ان کے درمیان ابھی یہ معاملہ رہا بھی نہ تھا۔ لمبی لمبی کالز یا لیٹ نائٹ کالز والا۔ اس لیے اب اس نے آنکھیں موند کر سونے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

دوسری صبح اس کی آنکھ آپا کی آواز سے کھلی، وہ غالباً اس کے کمرے کے باہر ہی اماں کے ساتھ جانے کون سا قصہ چھیڑے بیٹھی تھیں۔ ایک تو ان کی عادت تھی صبح ہی صبح وارد ہونے کی ہاشم نے تکیے میں منہ چھپایا مگر آپا کی پاٹ دار آواز اس موٹے تکیے کو چیر کر اس کے کان کے پردے سنسنا رہی تھی۔

"سچ کہتی ہوں اماں! آپ دیکھیں گی تو دیکھتی رہ جائیں گی۔ بھلا یہ ابرش کیا ہے اس کے آگے۔ آپ لوگوں نے تو خواہ مخواہ ہی اسے مس یونیورس بنایا ہوا ہے۔ مجھے تو ذرا خوب صورت نہیں لگتی۔ مگر یہ آمنہ، کیا بتاؤں، امیر بھی بہت ہیں۔ دبئی کا پیسہ ہے بھائیوں کے پاس۔ سوچیں جہیز میں کیا کیا لائے گی۔"

"یہ تو حد ہوگئی۔" اب اس کے حواس پوری طرح بیدار ہو چکے تھے تکیہ ایک طرف پھینک کر وہ اٹھ بیٹھا۔ دھم دھم کرتا دروازے کی طرف آیا اور دھڑام سے دروازہ کھولا اس کا اندازہ صحیح تھا۔ وہ برآمدے میں ساگ پھیلائے اس کے کمرے کے باہر محفل جمائے بیٹھی تھیں، اس اچانک دھماکے پر اچھل کر اور کچھ سہم کر اس کی طرف دیکھنے لگیں۔

"میں نہانے جا رہا ہوں اماں، میرے لیے ناشتا بنا دیں اگر دبئی کے شیخوں کے قصیدے ختم ہو گئے ہوں تو۔"

اس کے تاؤ بھرے لہجے اور خمار آلود سرخ ہوتی آنکھوں کے قہر نے آپا کو خاصا جز بز کر دیا۔ جبکہ اماں اسے ڈپٹ رہی تھیں۔

"کہا تھا ناں دھیرے بول۔ جگا دیا ناں اسے۔"

"ہاں تو کون سی قیامت آ گئی۔ اب نہیں جاگے گا تو کب جاگے گا۔ دن چڑھے سونے سے تو ویسے بھی نحوست پھیلتی ہے پھر کہتے ہیں گھر میں برکت نہیں۔ کیسے ہو گی برکت۔" انہوں نے کبھی اپنی غلطی مانی تھی جو اب مانتیں۔

اور ہاشم نے جب پلٹ کر گھڑی کی سمت دیکھا تو حقیقتاً تڑپ کر رہ گیا۔ ابھی صرف آٹھ ہی بجے تھے اور وہ آپا کی مہربانی سے آدھا گھنٹہ پہلے ہی جاگ چکا تھا۔ لگتا تھا وہ بچوں کو اسکول روانہ کرنے کے بعد فوراً ہی ادھر آ دھمکی تھیں۔

ہاشم عام طور پر نو بجے تک جاگ جایا کرتا تھا۔ دکان کی چابی بلال کے پاس ہوتی تھی اس لیے بھی اسے جلدی اٹھنے کی کوئی مجبوری نہ تھی۔

"یا اللہ...... محسن بھائی سعودیہ سے جلدی واپس آ جائیں تاکہ آپا کے یہ وقت بے وقت کے چکر ختم ہوں۔" واش روم کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے صدق دل سے یہ دعا کی تھی۔

☆☆☆

ابرش کا دل مضطرب تھا۔ وہ صبح سے لاشعوری طور پر ہاشم کی کال کی منتظر تھی۔ رات ابا نے جو بات بتائی تھی۔ اس کے بعد سچ میں اس کی ہوائیاں اڑ گئی تھیں۔ ویسے تو ابا جی رات میں چائے کے شوقین تھے مگر اس دن امی نے اسے ان کی حالت کے پیش نظر ہلدی ملا گرم دودھ دینے کی تاکید کی تھی۔

وہ دودھ کا گلاس لیے ان کے کمرے میں آئی تو کسی سوچ میں گم صم ابا جی نے اسے پاس ہی بٹھا لیا۔ امی اس وقت ساتھ والے کمرے میں عشاء کی نماز کے بعد معمول کے وظائف میں مشغول تھیں۔

"دیکھ...... میں یہ بات تیری ماں کے سامنے کرنا نہیں چاہتا تھا۔ وہ کچھ سمجھتی تو ہے نہیں۔ بس بلاوجہ اپنے بہنوئی کی طرف داری کرنے لگتی ہے۔" انہوں نے جس انداز میں بات شروع کی، ابرش بے چین ہو گئی۔

"کیا بات ہے ابا جی؟"

"میں نے آج فضل کو مارکیٹ میں دیکھا۔" انہوں نے بتایا۔

"تو......" وہ سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھنے لگی۔

"تو یہ کہ......" انہوں نے ساری تفصیل بتائی۔

"آپ کو کیا لگتا ہے ابا جی؟" ان کی بات ختم کرتے ہی ابرش گھبرائے ہوئے لہجے میں بول اٹھی۔

"مجھے لگتا ہے، بلکہ جیسے میں کل سے سوچ رہا ہوں اور سوچ سوچ کے دماغ کی چولیں ہل گئی ہیں۔ تو میرا یہی خیال ہے کہ فضل نے دوسری شادی کر رکھی ہے۔" وہ بے حد سنجیدہ تھے۔

"نہیں......" سینے پر ہاتھ رکھتے ہوئے ابرش بے اختیار اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ بچہ زیادہ نہیں تو سات آٹھ سال کا تو ہوگا۔ اس کا یہی مطلب ہے کہ اس نے دوسری شادی بھی اتنے سال پہلے کی ہوگی۔" ابا حساب کتاب لگا رہے تھے اور ابرش کا ذہن سن ہو چکا تھا۔

"ویسے حیرت کی بات تو ہے۔ کیونکہ نو دس سال پہلے بھی فضل کوئی کام دھندا تو کرتا نہیں تھا۔ پتا

نہیں یہ کون عقل کی اندھی تھی جو اس سے شادی کر لی۔" وہ واقعی متحیر تھے۔

"نہیں ابا...... میرا دل نہیں مانتا۔ کوئی اور وجہ بھی تو ہو سکتی ہے۔" اضطراری کیفیت میں انگلیاں چٹخاتے ہوئے اس کا لہجہ دھیما تھا۔

"کوئی اور بات کیا ہو گی بھلا، تجھے لگتا ہے۔ میں ایویں چھلانگ مار کر اس نتیجے پر پہنچا ہوں؟" ابا جی کا لہجہ تیز ہو چلا۔

"تو فضل کو اتنا نہیں جانتی جتنا میں جانتا ہوں۔ پینتیس سال ہو گئے ہیں اس رشتے داری اور محلے داری میں اگر وہ اس کا بیٹا نہ ہوتا تو اسے کیا ضرورت تھی پرائے لونڈے کو بغل میں لیے لیے گھومنے کی۔ پھر وہ پیاز، ٹماٹر کے تھیلے، جا کر پوچھ اپنی خالہ سے۔ زندگی میں کبھی سبزی کے نام پر فضل ایک پاؤ پیاز بھی گھر لایا ہے؟ اور جدھر وہ گیا وہ محلہ...... یہاں سے کتنی دور ہے کچھ اندازہ ہے؟ بات کرتی ہے۔"

ابرش اندر سے دہل کر رہ گئی تھی اس بار اختلاف بھی نہ کر پائی۔

digest library.com

"تو ابھی اپنی ماں کے سامنے یہ ذکر مت کرنا۔ اول تو مانے گی نہیں۔ بحثیں کرے گی اور مان لیا تو پریشان ہو جائے گی۔"

"اماں کیا پریشان ہوں گی، ابا پریشان تو خالہ ہوں گی۔ اف میری پیاری خالہ کیا بیتے گی ان پر جب انہیں پتا چلے گا۔" ابرش کا تو سوچ کر ہی خون خشک ہونے لگا۔

"ہمم......" ابا جی نے ہنکارا بھرا۔ "اس بے چاری نے تو ویسے ہی ساری زندگی کبھی فضل سے کوئی سکھ نہیں دیکھا۔ اب آخری عمر میں یہ بدنامی الگ۔ لوگ تو یہی کہیں گے ناں کہ بیٹے کے لیے دلہن لانے کی عمر میں اپنے سر پر سہرا سجا لیا۔"

بدحواسی میں رات ابرش نے ہاشم کو کئی میسج کر دیے۔ آدھی رات تک بے چینی سے کروٹیں بدلتی رہی۔ ابا جی تو ویسے ہی ان کے رشتے کے خلاف تھے۔ اسے یہی خیال ہولا رہا تھا کہ اگر ان کی بات سچ ثابت ہوئی تو ان کے ہاتھ ایک اور بہانہ آ جائے گا۔ حالانکہ ابھی تک بات کنفرم بھی نہ ہوئی تھی پھر بھی انہوں نے کتنا کچھ کہہ ڈالا افضل خالو کے لیے۔

ہاشم نے بھی آج جیسے اس کے صبر کا امتحان لینے کا تہیہ کر رکھا تھا۔ شام کو کہیں جا کے اس کی کال آئی۔ اور وہ اس پر برس پڑی۔

"واہ...... کیا بات ہے تمہاری بڑی جلدی خیال آ گیا فون کرنے کا۔ کل رات کے میسجز کیے ہیں۔ انتظار کر کر کے سوکھ گئی اور تمہیں پرواہ ہی نہیں، کہ کوئی ضروری بات بھی ہو سکتی ہے۔ تم اگر ڈاکٹر ہوتے تو تمہارے مریضوں کا تو خدا ہی حافظ تھا۔"

"ارے یار......" وہ اس اچانک حملے پر بوکھلا گیا۔ "کل ات تمہارا میسج دیکھتے ہی تمہیں فون کرنے والا تھا پھر سوچا تم سو رہی ہو گی۔ صبح اٹھ کر پہلا کام یہی کروں گا مگر صبح ہی صبح آپا کی وجہ سے نیند خراب ہوئی تو دماغ بھی خراب ہو گیا۔ اسی وجہ سے بالکل یاد نہیں رہا۔ تم ایک اور میسج کر کے یاد دلا دیتیں یا خود فون کر لیتیں۔" وضاحت دیتے ہوئے ہاشم نے جب یہ بات کی انداز اگرچہ الزام دینے والا نہیں تھا پھر بھی ابرش سلگ گئی۔

"ہاں...... میں نے تمہیں یاد نہیں دلایا۔ یہ بھی میری ہی غلطی ہے۔"

"میں نے یہ تو نہیں کہا۔ خیر چھوڑو کیا بات تھی؟"

"نہیں بتانا اب......" وہ سخت تپی ہوئی تھی۔

"کیا مطلب نہیں بتاؤ گی؟"

ابرش نے ایک گہری سانس لیتے ہوئے اپنی کیفیت پر قابو پایا۔

ہاشم نے جس طرح آج پورا دن اسے انتظار کروایا تھا، اس کے بعد تو اس کا دل یہی چاہ رہا تھا کہ وہ اسے نہ بتائے مگر مسئلہ یہ تھا کہ وہ اسے یہ بات بتائے بغیر رہ نہیں سکتی تھی۔

"بتاؤ ناں کیا بات ہے۔ آج پورا دن ذہن سے نکلا ہوا تھا۔ اب دوبارہ مجھے بے چینی ہو رہی

ہے۔" اس کی خاموشی پر ہاشم کو پریشانی ہونے لگی۔
"تمہارے گھر کی سبزی کون لاتا ہے؟"
"کیا......؟" اس قطعی غیر متعلق سوال پر ہاشم کی آواز بلند ہوئی۔ یقیناً سیل کو گھور کر بھی دیکھا۔
"بولو؟"
"تم بولو......الٹی سیدھی ہانکنے کے بجائے مجھے بتاؤ کہ وہ ضروری بات کیا تھی۔" اب اسے غصہ آنے لگا۔
"پہلے تم اس سوال کا جواب دو پھر بتاتی ہوں۔" ابرش نے کوئی اثر نہ لیا۔
"اماں لاتی ہیں روز کے روز مارکیٹ سے تازہ سبزی، اب بولو۔" اس نے چڑ کر جواب دے ہی دیا۔
"تم نہیں لاتے؟" اس نے اگلا سوال کیا۔
"ایک دو بار کوشش کی تھی۔ اماں کو تسلی نہیں ہوتی میری لائی ہوئی سبزی سے۔"
"اور خالو......؟" ابرش کا لہجہ سوچتا ہوا تھا۔
"ان کو تو رہنے ہی دو۔" وہ استہزائیہ ہنسی ہنسا۔
"دیکھو ابرش، مجھے نکلنا ہے ابھی کسی کام سے...... تمہیں بات کرنی ہے یا نہیں؟"
"ٹھیک ہے۔" ابرش نے گہری سانس لی۔ "ابا جی نے کل خالو کو مارکیٹ میں دیکھا سبزی خریدتے ہوئے۔"
"تو......؟"
"ان کے ساتھ ایک بچہ بھی تھا۔ وہ مارکیٹ سے دوسرے محلے میں گئے۔ ابا جی ان کے پیچھے تھے۔"
"اوہ......" ہاشم کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی۔ "تو خالو وہاں یہ کرنے گئے تھے۔" جاسوسی والا جو کام وہ نہیں کر پایا۔ وہ خالو کر گئے تھے۔
"ابا کو لگتا ہے خالو نے دوسری شادی کر رکھی ہے اور وہ بچہ ان کا بیٹا تھا۔ تم جانتے ہو ابا جی کو، یہ بات سچ نکلی تو ان کے ہاتھ ایک اور بہانہ آجائے گا ہمارا رشتہ نہ کرنے کا۔"
"اللہ نہ کرے جو یہ بات سچ نکلے۔" ہاشم بھڑک گیا۔ "کیسی باتیں کر رہی ہو۔" وہ اضطراری قدموں سے ٹہلنے لگا۔
"میں بھی یہی چاہتی ہوں کہ سچ نہ ہو۔ تم پتا لگاؤ جلد از جلد، پوچھو ان سے یا کسی اور طریقے سے مجھے نہیں پتا۔ مگر کچھ کرو۔" ابرش روہانسی ہوگئی۔
"میں پتا لگاتا ہوں۔" ہاشم نے سنجیدہ لہجے میں کہہ کے فون کاٹا تھا۔
ابرش نے ٹھنڈے ہوتے ہاتھوں میں اپنا تپتا ہوا چہرہ چھپالیا۔

☆☆☆

تین دن ہوگئے تھے اسے ابا جی پر نظر رکھے۔ کام دھندا چھوڑے بیٹھا تھا۔ ان سے کچھ پوچھنے کا تو سوال ہی نہیں تھا۔ خود اسے ابھی ابرش کے بتائے گئے خالو جی کے خدشے پر ایک فیصد بھی یقین نہیں تھا۔ پھر ایسی بے تکی بات وہ ابا سے پوچھتا تو کہیں ان سے چھتر ہی نہ کھا بیٹھتا۔ مگر یہ بھی سچ تھا کہ کوئی نہ کوئی گڑبڑ تو تھی۔ اور وہ کیا تھی۔ اسی کا پتا لگانا تھا۔
پھر ابا جی بھی تین دنوں سے گھر پر ہی ڈیرا جمائے بیٹھے تھے۔ جیسے انہیں ہاشم کے ارادوں کی خبر ہوگئی ہو۔ ایک آدھ بار نکلے بھی تو ایک بار ہاشم نے ان کے تعاقب میں خود کو پان کے کھوکھے میں پایا اور دوسری بار نواب چاچا کی بیٹھک میں۔ جہاں فارغ وقت میں محلے بھر کے والد صاحبان تاش کی محفل جمایا کرتے تھے۔
تیسرے دن ان کی توجہ خود ہی اس کی طرف ہوگئی۔
"کیا بات ہے، پچھلے دو دن سے میں دیکھ رہا ہوں تو گھر میں موبائل پر نظریں گاڑے بیٹھا ہے۔ دکان کیا کسی کو بیچ باچ دی؟"
"نہیں ابا۔ کام نہیں ہوتا آج کل زیادہ ویسے صبح میں ایک چکر لگا آتا ہوں۔" اسے کوئی نہ کوئی بہانا تو بنانا تھا۔
"واہ...... جیسے وہ تو تیرے سگے ہیں۔ تیرے نہ

ہوتے ہوئے بھی ایمان داری سے کام کریں گے۔ کوئی کچھ لوٹ کر چلتا بنا تو۔" انہیں غصہ آ گیا۔ ریموٹ ٹیبل پر رکھ کر پوری طرح رخ اس کی جانب موڑ لیا۔

"دکان میں ہے کیا لوٹنے کے لیے ابا جی۔" اس کا لہجہ نا چاہتے ہوئے بھی بیزاری میں ڈھلا۔

"کیوں وہ اتنی قیمتیں مشینیں کیا تیرا دادا تیرے لیے چھوڑ کر مرا تھا؟ جس کی لوٹے جانے کی تجھے کوئی فکر نہیں۔ تیری ہی محنت کی کمائی تھی ناں؟"

"ابا جی...... اتنی بھاری مشینیں کوئی کیسے لوٹ کر جا سکتا ہے اور لے کر جائے گا تو پورا چوک نہیں دیکھے گا۔ کیوں مذاق کرتے ہیں۔" اس کی نظریں عادل کے میسج پر تھیں۔ جو اسے باہر آنے کا کہہ رہا تھا۔

digest library.com

"چل...... ابھی اٹھ...... دکان میں جا کر بیٹھ۔" انہوں نے ہاتھ اٹھا کر اشارہ کیا۔ "موبائل میں ہی لگے رہنا ہے تو یہ کام دکان میں کر ادھر بیٹھ کر نہیں۔"

"اف......" وہ زچ ہو کر اٹھ کھڑا ہوا۔ "خود تو جیسے جوانی میں سکندر اعظم تھے جواب میرا دو منٹ بھی فارغ بیٹھنا ان سے دیکھا نہیں جاتا۔" وہ دل ہی دل میں جھلاتے ہوئے گھر سے نکل آیا تھا۔

دکان جانے کے بجائے وہ عادل کے کیفے کی طرف آیا۔

"تجھ سے کیا محلے کے کسی لونڈے نے چھیڑ چھاڑ کی تھی جو تیری اماں نے تجھے پردہ کرا کے گھر بیٹھا دیا۔" عادل نے اسے دیکھتے ہی جو طنز کیا تو تپے ہوئے ہاشم کا میٹر اور گھوما۔

"بکواس بند کر...... مجھے سنانے والے پہلے ہی کم نہیں ہیں۔ اب تو بھی دماغ چاٹے گا۔"

"کون کون ہیں، ذرا بتا تا تو۔" عادل نے اسے گھور کر دیکھا۔

"چھوڑ...... چائے پلا اچھی سی...... سر میں درد ہو رہا ہے۔" وہ پیشانی مسلتے ہوئے ایک کرسی پر بیٹھا۔

عادل نے مڑ کر اپنے ملازم لڑکے کو دو چائے لانے کا کہا اور اس کے سامنے کرسی پر بیٹھا۔

"بتا...... کیسے چل رہے ہیں تیرے مسئلے۔" عادل بغور اس کی مضطرب صورت دیکھ رہا تھا۔

"ویسے تو میں گھر سے نکلنا نہیں چاہ رہا تھا۔ مگر اماں آپا کے ساتھ کہیں گئی ہوئی ہیں تو میں نے سوچا ابا جی گھر کو تالا تو نہیں لگا سکتے۔ اسی لیے نکل آیا۔"

"تیری یہ بات میری پلے بالکل نہیں پڑی۔" عادل ہونق سا بن گیا۔

"میرے مسئلے تیرے پلے پڑ بھی نہیں سکتے۔" ہاشم ہنسا۔

"ہاں......" عادل نے سر ہلایا۔ "مجھے کسی ایسی لڑکی سے شادی نہیں کرنی جس کے ابا کو میں ایک آنکھ نہیں بھاتا۔"

"اور تیرا ابا میرے ابا جیسا بھی نہیں۔" ہاشم نے لقمہ دیا۔

"خیر...... یہ بات مت کر۔" اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگائی۔ "تھوڑی بہت چنگیزی تو دنیا کے ہر ابا کی فطرت میں ہوتی ہے۔"

"تو کمینہ ہے۔" ہاشم چند لمحے اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"دیکھ ابا نے اپنی بارہ من کی بھتیجی میرے متھے ماری دی۔ میں پھر بھی کچھ بولا؟ کبھی شکایت کی؟ نہیں دیکھ میں خوش ہوں۔" عادل نے دو ہاتھ پھیلائے۔

"تو نے کبھی خوب صورت لڑکی دیکھی ہو تو اس پر اعتراض بھی کرے، غلطی تیری نہیں ہے۔" ہاشم نے بڑے سنجیدہ انداز میں اس پر چوٹ کی۔ "اور میں بھی چاہتا ہوں کہ ابا اپنی نہیں تو اپنی بیوی کی ایک من کی بھانجی میرے متھے مار دیں۔ مگر ان سے یہ کام بھی نہیں ہو رہا۔"

"وہ کام تیرے ابا کے نہیں تیرے خالو کے ہاتھ میں ہے کم از کم اس بات کے لیے تو انہیں الزام

مت دے۔" عادل کا انداز ملامت کرنے والا تھا۔
"ارے یار" ہاشم کو اچانک ہی جانے کیا یاد آیا تھا کہ وہ ایک دم سے اٹھ کھڑا ہوا۔
"کیا ہوا؟"
"آج خالو کو ہاسپٹل لے کے جانا تھا اور میں بھولے بیٹھا ہوں۔" ہونٹ بھینچتے ہوئے اسے خود پر غصہ آ رہا تھا۔ ابا کے چکر میں وہ انہیں بالکل بھول گیا تھا۔
"ٹھیک ہے۔ چائے تو پی لے کم سے کم۔" عادل نے اسے روکنے کی کوشش کی۔
"وہ اب تو ہی پی، اب مجھے پتا چلا تیرا کیفے دن بدن ویران کیوں ہوتا جا رہا ہے ایسے سست ملازم رکھے گا تو یہی حال ہوگا۔"
"اور تو بھی باز آجا...... یوں اپنے خالو کے آگے پیچھے پھرنے سے تیری دال نہیں گلنے والی۔" عادل نے بھی یوں غصہ نکالا۔ اس نے جواب نہیں دیا۔ جلدی جو آئی تھی وہاں پہنچا تو پتا چلا خالو اس کی طرف سے مایوس ہونے کے بعد کاشف کو بلانے ہی والے تھے۔
اس کا نام سنتے ہی اس نے اندر ابھرتے غصے کو ضبط کر کے پوچھا۔
"کیوں خالو جی، میں مر گیا تھا جو آپ سے لفنگے کو بلانے والے تھے۔"
"لفنگا کیوں بھئی۔" خالو کو اس کی موت کی بات سے کوئی فرق نہیں پڑا۔ کاشف کو لفنگا کہنے پر تڑپ گئے۔ "صبح و شام مسجد کے دروازے پر ہوتا ہے۔ دیکھتے ہی سلام کرتا ہے جب سے یہ حالت ہوئی ہے مجھے دیکھتے ہی دوڑ کر سہارا دینے کو آتا ہے۔ بڑا ہی پیارا اور نیک بچہ ہے۔" خالو نے ایک ہی سانس میں اس کی جو خوبیاں بیان کیں۔ ہاشم کے لیے بس غش کھانے کی ہی کسر رہ گئی تھی۔ وہ کیا جانتا نہ تھا کاشف کو ایک نمبر کا آوارہ تھا۔
"مسجد کے دروازے پر تو چپل چور اور بھکاری بھی ہوتے ہیں۔" وہ کہہ سکتا تھا مگر خاموش رہا ذہن میں جھکڑ سے چل رہے تھے۔
"کہہ رہا تھا آپ کو کوئی ضرورت ہو، سودا سلف لانا ہو یا آپ کو اسپتال لے جانا ہو مجھے بس ایک اشارہ کر دینا۔ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا تیرا شکریہ مگر میرا بھانجا ہے یہ کام کرنے کو۔ وہ لے جائے گا۔" خالو جی کہہ رہے تھے۔
انہیں سہارا دے کر گاڑی تک لاتے ہوئے ہاشم کا ذہن اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ کاشف اتنا بیبا کب سے بن گیا۔ پتا لگانا پڑے گا۔
☆☆☆
ماں شدید غصہ تھیں اور ہوتی بھی کیوں ناں، آپا جس جگہ انہیں لے کر گئی تھیں یہ کہتے ہوئے۔ "قریب ہی ہے اماں، پانچ منٹ کا رستہ بھی نہیں۔ خواہ مخواہ رکشے والے کو پیسے کیا دینے۔"
اماں کی بھی مت ماری گئی تھی۔ جو سوچا چلو ٹھیک ہے پیر کھلیں گے۔ ڈاکٹر نے ویسے بھی پچھلے دنوں انہیں واک کرنے کا مشورہ دیا تھا۔ مگر سمیرا نے حقیقی معنوں میں انہیں برسوں پہلے مری ہوئی نانی یاد دلا دی۔
مین روڈ کے بجائے اس تنگ چکر دار گلیوں میں انہیں زیادہ نہیں تو بیس منٹ تو ہو ہی گئے تھے اور جب اماں کی ہمت اور پیر ایک ساتھ جواب دینے لگے تب کہیں جا کے منزل مقصود کے آثار نظر آئے۔
وہاں پہنچ کر ان کی رستے بھر کی تھکن اور کلفت دور ہو بھی جاتی مگر جب لڑکی کو بلایا گیا تو اماں کا دل چاہا۔ ابھی یہیں اپنی جوتی اتاریں اور میزبانوں کا لحاظ کیے بنا سمیرا پر برسا دیں۔
یہ وہ لڑکی تھی جس کی تعریف میں سمیرا زمین آسمان کے قلابے ملا رہی تھی۔ بلکہ کیا اسے لڑکی کہنا بھی ٹھیک تھا — تھیم شیم کم سے کم بھی نوے کلو کی لمبی چوڑی خاتون کو، جس کی عمر کہیں سے بھی انہیں پچیس کی نہیں لگ رہی تھی۔ سمیرا نے انہیں یہی بتایا تھا۔
"تین بھائیوں کی اکلوتی بہن ہے اماں! گھر میں دولت کی ریل پیل ہے کھاتا پیتا گھرانا ہے۔

انہیں بس اپنی بہن کے لیے شریف اور خاندانی لوگ چاہئیں۔" اماں پہلے متردد تھیں۔ پھر انہیں ہاشم کا بھی پتا تھا کہ وہ کبھی راضی نہیں ہوگا۔

راضی تو خیر وہ بھی نہیں تھیں مگر سمیرا آپا ہاتھ دھو کر ان کے پیچھے پڑی ہوئی تھیں۔

"ایک بار دیکھ تو لیں اماں، دیکھنے میں کیا حرج ہے۔ بے شک رشتہ نہ مانگنا، اگر ابرش کا رشتہ کہیں اور ہوگیا تب چلیں گے باقاعدہ ہاتھ مانگنے۔"

انہوں نے اس انداز میں بات کی کہ اماں کو مانتے ہی بنی۔ ٹھیک ہے ایک بار دیکھنے میں کوئی حرج نہیں۔

digest library.com

جانے کی بات بنی تو سمیرا آپا کے ذہن میں ایک دوسرے خیال نے سر اٹھایا کہ خالی ہاتھ جانا اچھا نہیں لگتا۔ سو اماں سے مٹھائی اور ربڑی منگوانے کا کہا۔

"میٹھا کس لیے؟ رشتہ پکا کرنے تھوڑی جارہے ہیں، مٹھائی رہنے دو، کچھ فروٹ وغیرہ لے لیں گے۔" اماں کو کوفت ہونے لگی۔

"اف اماں، آپ کو نہیں پتا آج کل سب یہی کرتے ہیں۔ صرف لڑکی بھی دیکھنے جاؤ تو پتا نہیں کیا الا بلا لے جاتے ہیں ساتھ اور انہیں بھی تو پتا چلنا چاہیے کہ ہم کوئی ٹٹ پونجیے نہیں۔"

"ٹھیک ہے مگر مٹھائی نہیں۔ وہ یہ نہ سمجھ لیں کہ ہم رشتہ مانگنے جارہے ہیں۔" اماں کو یہ آئیڈیا ہضم نہیں ہورہا تھا۔

"ارے کیسے سمجھیں گے۔ ہم رشتے کی بات ہی نہیں چھیڑیں گے تو کیسے سمجھیں گے۔"

سمیرا کا جوش سوا نیزے پر پہنچا ہوا تھا تب اور اب، لڑکی کو دیکھ کر اماں کا غصہ اور پھر جیسے وہ لوگ آؤ بھگت کررہے تھے۔ اماں دل ہی دل میں شرمندہ ہونے لگیں۔ تھوڑی دیر بعد ہی انہوں نے سمیرا کو اٹھنے کا اشارہ کیا۔

وہ ٹھٹکیں۔ "کیا اماں، ابھی تو آئے ہیں تھوڑی دیر تو....." دبے لہجے میں کہتے ہوئے جب انہوں نے اماں کی آنکھوں سے چھلکتی، وغیظ وغضب کی چنگاریوں کو محسوس کیا تو خاموشی سے اٹھنے میں ہی عافیت سمجھی۔ اس کا ارادہ شاید ان لوگوں سے پورا پورا اہتمام کروانے کا تھا۔ مگر اماں نے اس کے ارادے پر پانی پھیر دیا۔

سبھاؤ سے ان سے بہانا کرتے ہوئے اماں نے جانے کی اجازت لی تھی۔

وہاں سے نکلتے ہی انہوں نے رکشے کو ہاتھ دے کر روکا۔ غصے کے باعث اماں کی حرکات میں تیزی آگئی تھی۔ سمیرا کو لپک کر ان کے پیچھے رکشے میں چڑھنا پڑا۔

"اماں......سنو تو۔"

"نہیں......تو پہلے میرے ایک سوال کا جواب دے۔" اماں نے ان کی جانب رخ کیا۔ "تجھے یہ بات کس نے بتائی کہ ہاشم تیرا سگا بھائی نہیں۔"

"کیا......؟" وہ ساکت ہوئیں۔ "کیا ہاشم میرا سگا بھائی نہیں؟" پھر چلائیں۔

"اری او کم بخت، جب تو ہاشم کو سگا بھائی سمجھ کر ہی اس کے لیے رشتہ دیکھنے گئی تھی تو کیا تجھے وہ لڑکی نظر نہیں آئی۔" اماں نے دانت پیسے اور تب کہیں آپا کو ان کا طنز سمجھ میں آیا۔

"اف اماں...... حد کرتی ہو تم بھی۔" وہ جھنجلا گئیں۔ "بھلا کیا برائی تھی لڑکی میں......ایک ذرا موٹی ہی تھی ناں۔ عادل کی منگیتر کو دیکھا تھا منگنی میں؟ زیادہ سے زیادہ ایک سو دس کے جی کی تو تھی ہی۔ پھر بھی عادل کیسے باچھیں پھیلائے بیٹھا تھا اس کے ساتھ۔"

"تو عادل کی منگیتر سے ہاشم کا کیا لینا دینا۔" اماں ذرا نہ سمجھیں۔

"تو دونوں دوست ہیں، ہم مزاج ہیں۔ پسند بھی ایک جیسی ہوگی۔ اگر درمیان میں یہ ابرش نام کا کانٹا نہ ہوتا تو ہاشم کو کوئی اعتراض نہ ہوتا۔ آج کل کے لڑکوں کو تھوڑی پسند ہیں ابرش جیسی سوکھی سڑی لڑکیاں......اس نے خود سے نہ پھنسایا ہوتا تو پوچھتی

میں۔"

انہوں نے تنفر سے سر جھٹکا۔ بڑا شدید قسم کا غصہ آرہا تھا..... "اب اگر تم نے اور بکواس کی تو میں تجھے اس چلتے رکشے سے دھکا دے دوں گی۔ مجھے مجبور نہ کر۔" اماں غضب ناک تھیں، وہ چپکی ہو رہیں۔

پھر سارا رستہ منہ بند ہی رکھا، تب بھی کچھ نہ بولیں جب اماں نے خالہ کی گلی کے سامنے رکشہ رکوایا۔ وہ سمجھ گئی تھیں اماں سے مزید کچھ کہا یا اعتراض کیا تو کہیں سچ میں مار نہ کھالیں۔

"عنایت بھائی کی طبیعت پوچھنی ہے۔ دو دن سے آنا چاہ رہی تھی۔" اماں نے خود ہی وضاحت دینے کی مہربانی کرلی۔ وہ پھولے ہوئے منہ کے ساتھ ان کے پیچھے ہولی تھیں انہیں دروازہ کھلا ملا۔

اندر داخل ہوئے تو کچن سے نکلتی ابرش انہیں دیکھ کر ایک دم کھل گئی تھی۔

"امی! خالہ آئی ہیں۔" چلا کر کہتے ہوئے وہ دوڑ کر ان کے سینے سے لگی۔ اماں نے بڑی محبت سے اس کے گرد بازو لپیٹے۔ سمیرا کی دکھائی گئی لڑکی کو دیکھنے کے بعد انہیں ابرش کچھ زیادہ ہی حسین اور نازک نظر آرہی تھی۔ اس سے تو ان کا گھر سج جاتا۔ ویسے تو انہیں پتا تھا کہ ابرش بھی انہیں بہت چاہتی ہے مگر آج اماں کو اس کے انداز میں بھی گرم جوشی زیادہ محسوس ہوئی تھی۔

اس نے سمیرا آپا کی سمت بھی بڑھنا چاہا مگر انہوں نے مصافحے کے لیے ہاتھ بڑھا کر اس کی یہ کوشش ناکام بنادی۔

"گلے تو یوں مل رہی ہے جیسے میری بڑی چہیتی ہو۔" وہ پہلے ہی جل بھن رہی تھیں۔ ابرش نے بنا کوئی خاص تاثر دیں ہلکی سی مسکراہٹ سے ان کا ہاتھ تھاما۔ اسی اثناء میں خالہ بھی چلی آئیں۔

"واہ زرینہ..... بڑی جلدی خیال آگیا آنے کا۔ جس دن ہاشم عنایت کو گھر چھوڑ کر نکلا۔ میرا خیال تھا تم یہ بات سنتے ہی دوڑی آؤ گی۔ مگر وہ دن اور آج کا دن ہاشم نے بتایا نہیں تھا یا تمہیں فرصت نہیں ملی....." عاصمہ نے انہیں دیکھتے ہی اتنے دنوں کا دبا ہوا غصہ نکالا۔

"آنا تو چاہ رہی تھی مگر جانتی تو ہے اکیلی جان ہوں، ایک کام نمٹاؤں تو دس اور نکل آتے ہیں۔ تم لوگوں نے بھی رولا ڈالا ہوا ہے۔ ابھی ہاں بولو تو لے جاؤں اپنی امانت کو۔" اماں کو پھر سے آج گھر سے نکلنے کا سبب یاد آیا تو آواز میں ناراضی سی در آئی۔ عاصمہ جز بز ہوئیں۔

"آپ لوگ یہاں کیوں کھڑے ہیں چلیں ناں اندر..... گرمی ہے یہاں....." ابرش نے ہی بات بدلتے ہوئے اس لمحاتی تناؤ کو زائل کرنا چاہا تھا۔

"عنایت کا چیک اپ تھا آج۔ ہاشم انہیں اسپتال لے کر گیا ہے۔" ان کے بیٹھنے کے بعد خالہ نے بتایا تھا۔ غیر موجودگی انہوں نے پہلے ہی محسوس کرلی تھی۔

سمیرا آپا نے پہلو بدلا۔ "ہاں بھئی..... مفت کا نوکر جو ملا ہے۔ بیٹی دینی نہیں اور خدمتیں کروالو۔"

تھوڑی دیر میں ہاشم خالو کو لے کر آگیا۔ خود تو وہ فوراً ہی رخصت ہوگیا تھا ٹھہرنا تو انہیں بھی نہیں تھا مگر عاصمہ نے ضد کرکے کھانے کے لیے روک لیا اور آتے ہوئے جب ابرش نے ابا اور ہاشم کے لیے کھانا باندھا تو اماں کو ایک بار پھر جی بھر کے ابرش پر پیار آیا تھا۔

☆☆☆

"یہ خالو اب کس چکر میں ہیں؟"

اس وقت وہ دکان میں اکیلا تھا جب موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے اس نے ابرش کو کال ملائی۔

"کیا مطلب..... کس چکر میں ہیں؟" اس کی چونکی ہوئی آواز ابھری۔

"محلے کے سب سے آوارہ لڑکے کی تعریفیں کررہے تھے میرے سامنے..... جیسے میں اس کا کچا چٹھا جانتا نہیں۔" وہ چاہ کر بھی لہجے پر قابو نہیں پاسکا۔

"مطلب حد ہوتی ہے یار..... خدا کی قسم..... میں نے خالو جیسا انسان آج تک نہیں دیکھا..... اس لوفر ترین

digest library.com

انسان کے عیب انہیں دکھتے نہیں اور میری کوئی خوبی انہیں نظر نہیں آتی۔"

"اگر وہ اتنا ہی آوارہ ہے تو ابا اس کی تعریف کیوں کررہے تھے؟" ابرش کچھ دیر تو خاموش رہی تھی پھر کہا تو لہجے میں حیرت تھی۔

"مجھے کیا پتا...... کررہا ہوگا ان کے سامنے کوئی ڈرامہ...... ویسے خالو جی کی یہی بات ہے...... انہیں بس دکھاوا پسند ہے۔ ان کے سامنے اگر دجال بھی آگیا ناں...... ٹوپی پہنے، سلام کرنے، وہ اس پر بھی ایمان لے آئیں گے۔"

"تو جب تمہیں پتا ہے کہ وہ ایسے ہیں تو تم بھی کرلو ان کے سامنے تھوڑا دکھاوا۔" خلاف توقع ابرش نے نہ تو اس کی بات پہ غصہ کیا نہ معترض ہوئی بلکہ الٹا دھیمے لہجے میں کہا تھا۔

"نہیں کرسکتا...... چاہے انہیں مجھے قبول کرنے میں ایک ہزار سال لگ جائیں۔"

ابرش نے ایک گہری سانس لی۔ "جانتے ہو اسی کاشف کی اماں چکر لگا رہی ہیں ہمارے گھر کے۔" اس نے یہ بات نہیں کی تھی ایک طرح سے ہاشم کی دم پر پیر رکھ دیا تھا۔

وہ اچھل کر رہ گیا۔ "کیا......؟"

"پہلی بار میں اماں نے منع کیا تھا مگر اس کے بعد بھی کئی بار آچکی ہیں۔ کل ابا کے سامنے آئیں۔ بعد میں انہیں بتانا پڑا کہ وہ کس لیے آرہی ہیں۔ اس پر ابا نے پھر سے اس لڑکے کی تعریفیں شروع کردیں۔"

"وہ کیا چاہتے ہیں؟" ہاشم اضطرابی انداز میں اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔

"پتا نہیں...... شاید وہ سوچ رہے ہوں۔" ابرش کا ٹھنڈا لہجہ ڈرانے والا تھا۔

وہ ٹہلتے ہوئے دکان کے باہر آیا تب ہی سامنے سے آتے ابا پر نظر پڑی۔

"میں تم سے بعد میں بات کرتا ہوں ابرش۔" اس نے کہا تھا۔

"ٹھیک ہے۔" اس نے زیادہ سوال کرنے کے بجائے فون بند کردیا۔

"یا اللہ خیر...... ابا کو پھر کیا ضرورت آن پڑی۔" وہ پلٹ کر اندر آیا، خود کو کام میں مصروف ظاہر کرنے کی کوشش کردی۔

"ہاشم......" چند لمحوں بعد ابا اس کے سر پر کھڑے تھے۔

"جی ابا جی......" تنے ہوئے اعصاب کے ساتھ اس نے چونکنے کی ایکٹنگ کی۔

"بات کرنی ہے تجھ سے۔" ان کی نظریں ادھر ادھر چکرا رہی تھیں مگر صاف لگ رہا تھا ان کا ذہن کہیں اور ہے۔ "وہ بچہ کام صحیح سے سیکھ رہا ہے ناں۔"

"جی ابا جی...... لڑکا کافی تیز ہے۔" وہ بغور انہیں دیکھ رہا تھا جو کسی کشمکش کا شکار نظر آرہے تھے۔

"ہمم...... اچھی بات ہے۔ اس کا باپ پوچھ رہا تھا مجھ سے۔" انہوں نے سن کر سر ہلایا پھر ایک دم موضوع سے ہٹتے ہوئے بولے۔ "سن تو اس دن کہہ رہا تھا ناں مجھ سے کہ تو مجھے چلے پر بھیجنا چاہتا ہے؟"

"چلے پر نہیں ابا جی...... چار مہینوں کے لیے۔" اس نے تصحیح کی۔ دل ایک حیرت آمیز خوشی سے بھر گیا...... کیا ابا سچ میں جانا چاہتے ہیں۔

"ہاں وہی......" انہوں نے سر ہلایا۔ "اور تو نے اس کے لیے پیسے بھی رکھے ہیں؟"

"نہیں......" ہاشم کا اندرونی جوش ایک پل میں جھاگ کی مانند بیٹھا۔ دل بجھ سا گیا۔

"بول۔" وہ پوچھ رہے تھے۔

"ہاں...... رکھے تو تھے۔" اس نے بادل نخواستہ اقرار کیا۔

"مجھے ان پیسوں کی ضرورت ہے۔"

اسے ان سے اسی جملے کی توقع تھی۔ اس نے اپنی مایوسی چھپانے کی بالکل کوشش نہیں کی ایک گہری سانس لیتے اس نے چہرے پہ ہاتھ پھیرے۔ "ابا جی...... آپ جانتے ہیں۔ وہ پیسے کافی زیادہ ہیں۔"

"ہاں...... میں جانتا ہوں۔" وہ اس کی کیفیت

سے بے نیاز تھے۔ ”اگر میں کہہ رہا ہوں کہ مجھے ان کی ضرورت ہے تو میں جھوٹ نہیں بول رہا...... اور تو نے وہ پیسے میرے لیے ہی تو رکھے تھے ناں؟ پھر تجھے کیا مسئلہ ہے دینے میں۔“ ان کے لہجے میں ناگواری تھی مگر ہاشم آج ان کی ناراضی یا غصے کی پرواہ کرنے کے موڈ میں نہیں تھا۔

”مجھے دینے میں مسئلہ نہیں ہے ابا جی۔ میں بس پوچھ رہا ہوں۔ وہ ضرورت کیا ہے۔ آپ کو مجھے بتانا پڑے گا۔“

سنجیدگی سے کہتے ہوئے ہاشم نے ان کی آنکھوں میں دیکھا۔ وہ کچھ دیر تو اس کی آنکھوں میں دیکھتے رہے پھر کہا۔

”وہ اپنا عثمان نہیں ہے؟“

”ہاں......“ ہاشم کی سمجھ میں نہیں آیا۔ عثمان چاچا انہی کی گلی میں رہتے تھے اور ابا کے دوستوں میں شمار ہوتے تھے۔

”چند دنوں میں اس کی بیٹی کی شادی ہے۔ وہ کافی پریشان ہے۔ اس نے مجھ سے ذکر کیا۔ پیسے نہیں مانگے بس پریشانی بتائی۔ تو مجھے ان پیسوں کا خیال آیا۔ میں تو ویسے بھی جانے سے رہا۔ وہ پیسے اگر ابھی بھی تیرے پاس ہیں تو کسی کا بھلا کرنے میں کیا حرج ہے۔ چاہے قرض سمجھ کر ہی سہی۔ کچھ تو بے چارے کی فکر کم ہوگی۔“

ہاشم انہیں ساکت نظروں سے دیکھ رہا تھا۔ اسے ابھی بھی یقین نہیں آ رہا تھا کیا واقعی وہ یہ پیسے کسی کی مدد کی نیت سے مانگ رہے تھے۔ شاید انہوں نے بھی یہ بات محسوس کرلی۔

”دیکھ...... اگر تجھے مجھ پر یقین نہیں ہے۔ تو خود پتا کرلے۔ بلکہ پوچھ لے عثمان سے۔ پیسوں کے بارے میں نہ پوچھنا۔ بس شادی کے بارے میں پوچھنا۔ بتا دے گا۔“

”ٹھیک ہے ابا جی......“ اس نے اپنی گھڑی پر نگاہ ڈالی۔ ”ابھی دیر ہوگئی ہے۔ بتاتا ہوں آپ کو۔“ وہ مطمئن ہو کر رخصت ہوگئے تھے۔

وہ سوچ رہا تھا۔ اتنی بڑی بات ابا جھوٹ نہیں بولیں گے۔ وہ بھی اس صورت میں جب اسے تصدیق کرنے کا بھی کہہ رہے تھے۔ پھر بھی اس کا خیال تھا اسے ایک بار عثمان چاچا سے مل لینا چاہیے۔ ابا آج کل ویسے بھی مشکوک حرکات کر رہے تھے اور وہ ابھی تک پتا نہیں لگا پایا تھا۔ یہاں تو کم از کم اسے اپنی تسلی کرنے کا موقع مل رہا تھا اور شاید ابا جی کی ذات سے بھی یہ شکوک شبہات کے بادل ذرا چھٹ جاتے۔

☆☆☆

ابرش نے ہاشم سے جھوٹ بولا تھا مگر اب شرمندگی محسوس کر رہی تھی...... اپنے لیے آئے گئے رشتے کی بات ہاشم سے کرتے ہوئے اس نے تھوڑا سا مسالا اپنی طرف سے بھی ڈال دیا تھا۔ اس لڑکے کی اماں آئی تو تھیں مگر ابا اس بات سے بالکل انجان تھے۔ اور نہ ہی ابھی انہوں نے امی کے سامنے کاشف کی تعریفیں کی تھیں۔ وہ تو جب ہاشم نے تپے ہوئے انداز میں بات چھیڑی تو ابرش کو اسے مزید ڈرانے کا آئیڈیا آیا۔

ہاشم نے بھی تو ضد باندھ لی تھی کہ بالکل نہیں بدلے گا۔ لوگ اپنی محبت کے لیے کیا کچھ نہیں کرتے اور وہ اس کے لیے ذرا سا دکھاوا نہیں کر سکتا تھا۔ انہوں نے کون سا اس کے انڈرورلڈ کا ڈان بننے کی شرط عائد کی تھی۔ ابرش کو لگنے لگا تھا اگر وہ اور ہاشم ایک نہ ہو پائے تو اس کے ذمہ دار صرف ابا نہیں ہاشم بھی ہوگا۔

”میں کہہ رہی ہوں ابرش کے ابا...... اب سے آپ کو کوئی بھی کام ہوا، کوئی بھی ضرورت ہوئی...... آپ ہاشم کو نہیں بلائیں گے۔“ امی سبزی کی ٹوکری لیے تخت پر آ بیٹھی تھیں، مخاطب ابا تھے جو منتظر بیٹھے تھے کیونکہ ابرش پاس ہی کھڑی موبائل میں ان کے مولانا صاحب کا بیان لگا کر دے رہی تھی۔

امی کی بات پر چونکے ضرور مگر سمجھے نہیں اس لیے اچنبھے سے کہا۔ ”ہیں...... کیا کہا؟“ ابرش بھی نا

سمجھی کی کیفیت میں انہیں دیکھنے لگی تھی۔

''میں کہہ رہی ہوں۔ یہ جو آپ کو میرے بھانجے سے خدا واسطے کا بیر ہے نا، اسے پوری طرح نبھائیں۔ عیب گنوانے پر آتے ہیں تو دنیا میں اس سے خراب لڑکا کوئی نظر نہیں آتا۔ ضرورت پڑتی ہے تو سب سے پہلے اسے پکارتے ہیں نوکر نہیں ہے وہ آپ کا۔'' امی کے انداز میں غصہ نہیں سنجیدگی تھی شدید قسم کی۔

digest library.com

''یہ دیکھ......'' ابا نے ابرش کو یوں دیکھا جیسے شکایت کر رہے ہوں۔ ابرش نے موبائل پر سر جھکا لیا۔ وہ ان کی حمایت میں کچھ نہیں بول سکتی تھی کیونکہ اس معاملے میں وہ خود بھی امی کی ہم نوا تھی۔

''اری او کم عقل عورت...... مجھے اس سے کوئی بیر نہیں ہے۔ میں تو اس کی فکر میں بولتا ہوں جو بولتا ہوں۔ کسی کی عاقبت کی فکر کرنا یا اسے دین کی دعوت دینا کیا کوئی بری بات ہے۔ بول؟''

''یہ بری بات نہیں ہے مگر محض اس وجہ سے کسی کو حقیر سمجھنا کہ وہ دین سے دور ہے یا نماز نہیں پڑھتا، یہ بری بات ہے، آپ صوم و صلوٰۃ کے پابند ہیں اس کی توفیق آپ کو اللہ نے دی ہے۔ آپ اس پر اللہ کا شکر ادا کریں نا کہ دوسروں کو کافر سمجھیں۔''

ابا حیرت انگیز طور پر امی کی اس تقریر کے جواب میں چند لمحے تو کچھ بولے نہیں۔ شاید دل ہی دل میں الفاظ ترتیب دے رہے تھے پھر جب بولے تو ابرش اور امی دونوں کو حیرت کے جھٹکے لگے۔

''مجھے مسئلہ ہاشم سے نہیں ہے۔ ہاشم اچھا لڑکا ہے۔ بس ایک خرابی کے علاوہ اس میں کوئی برائی نہیں۔ کوئی بری عادت نہیں۔''

''کس برائی کے علاوہ؟'' امی حیرت سے بولیں ''یہی کہ وہ فضل کا بیٹا ہے؟ آپ کے نزدیک تو یہی اس کی سب سے بڑی برائی ہے۔'' امی کے لہجے میں طنز تھا۔ ''مگر اب تو مجبوری ہے اب تو پیدا ہو چکا ہے۔''

ابرش مطلوبہ ویڈیو پوز کر کے سر جھکائے ان دونوں کے مکالمات سن رہی تھی۔ آج تو امی نے بھی اسے حیران کرنے کا تہیہ کیا ہوا تھا وہ پہلی بار انہیں ابا کے سامنے یوں جلی کٹی کہتے ہوئے سن رہی تھی۔

''چھوڑ...... تجھ سے بحث کرنی ہی فضول ہے۔'' چند لمحے امی کو گھورنے کے بعد شاید ابا کو کوئی مناسب جواب نہ سوجھا تو ہاتھ ہلا کر کہتے ہوئے گویا ان کی طرف سے اپنی مایوسی کا اظہار کیا۔

''میں بھی بحث نہیں کر رہی، سچائی بتا رہی ہوں۔ بھلا کسی کے گھر میں پیدا ہونا انسان کے اپنے اختیار میں تھوڑی ہے۔''

''اب تو میرا دماغ خراب کر رہی ہے۔'' آج ابا جی کا جلال بھی دبا دبا سا تھا۔ ''میں نے کب کہا کہ فضل کے گھر میں پیدا ہونا ہاشم کی برائی ہے یا ہاشم کا قصور ہے......؟''

دل میں وہ لاکھ اس بات سے چڑتے مگر اب جب امی ان کے دل میں دبی یہ شکایت اپنے الفاظ میں بیان کرنے لگیں تو وہ ماننے سے صاف انکاری ہو گئے۔ حالانکہ حقیقت یہی تھی، انہوں نے کبھی بھی انفرادی طور پر ہاشم کے بارے میں صرف اس کی ذات کے حوالے سے نہیں سوچا، وہ ہمیشہ ان کے لیے فضل کا بیٹا ہی رہا...... جس کے سدھرنے کے آثار اب اس عمر میں مفقود تھے مگر جب سے ان کا ایکسیڈنٹ ہوا تھا۔ ہاشم کی شخصیت جیسے ایک تاریک گوشے سے نکل کر چکا چوند روشنی میں ان کے سامنے آ گئی تھی اور وہ اس کا ہر ایک پہلو صاف صاف اور واضح طور پر دیکھنے کے قابل ہوئے تھے اور اب ہی انہیں یہ بات زیادہ چبھنے لگی تھی۔

''تو پھر آپ کس برائی کی بات کر رہے تھے؟''

''کسی برائی کی نہیں۔ ابرش...... بیٹا...... مولانا صاحب کا بیان ملا کہ نہیں؟'' صاف لگ رہا تھا وہ امی کے سوالات سے جان چھڑانا چاہ رہے تھے۔

خاموش کھڑی ابرش نے جھٹ انہیں موبائل پکڑایا۔

''ٹھیک ہے پھر...... میری بات یاد رکھیے گا۔''

انہوں نے ان کے موبائل میں مگن ہونے سے پہلے ایک بار پھر تنبیہ کرنی ضروری جھی اور ابا ایک بار پھر چونکے۔

''کون سی بات؟''

''یہی کہ آپ ہاشم سے کوئی کام نہیں کہیں گے۔''

امی نے چڑ کر اپنی بات دہرائی اور ابا کے تاثرات سے حقیقی غصہ جھلکا۔

''ارے بول تو رہا ہوں، ہاشم سے کوئی شکایت نہیں.....کیا چاہتی ہے اب جا کر اسے پھولوں کے ہار پہنا آؤں تو تجھے چین آئے گا؟''

''نہیں.....اس کا رشتہ قبول کرلیں تو آئے گا۔'' امی کے بے ساختگی سے کہی گئی اس بات نے ابا کو گنگ کر دیا۔

ابرش چپکے سے وہاں سے کھسک آئی۔

☆☆☆

ہاشم عجیب سی کشمکش میں تھا۔ ویسے تو اس نے عثمان چاچا سے ابا کی بات کی تصدیق کرلی تھی۔ اس بات کی نہیں کہ انہیں پیسوں کی ضرورت تھی بلکہ اس بات کی کہ ان کی بیٹی کی واقعی شادی تھی۔

وہ ابا کے دوست تھے، انہوں نے ابا کے سامنے اگر اپنی پریشانی کا اظہار کیا بھی تھا تو ہاشم کے سامنے ایسی کوئی بات کرنے کی شاید ان کی خودداری نے اجازت نہیں دی۔ ہاشم یہ بات سمجھ سکتا تھا لیکن پھر وہی بات کہ اس سے پہلے جو وہ آئے دن پیسوں کا مطالبہ کرتے تھے وہ کیا تھا۔ اور پھر خالو کے خدشات۔

مگر ان سوچوں کے باوجود، جب ابا دوبارہ اس کے پاس آئے تو ہاشم کو بلا چوں چراں انہیں وہ رقم تھمانی پڑی اور ایسا کرتے ہوئے ایک بار بھی اس کے ذہن میں ان کی جاسوسی کرنے کا خیال نہیں آیا۔ لاشعوری طور پر وہ ابا کی بات پر یقین کر چکا تھا۔

☆☆☆

اس شام خالو بھی دکان چلے آئے۔ ان کی طبیعت اب کافی حد تک سنبھل چکی تھی اور اپنے معمولات بھی سرانجام دینے لگے تھے۔ جن میں سے ایک معمول تو ہاشم کی دکان سے گزرتے ہوئے وہاں جھانک کر ایک آدھ منٹ کی تقریر کرنی تھی۔ مگر اس دن خلاف معمول وہ کچھ زیادہ ہی سنجیدہ اور پراسرار سے لگ رہے تھے۔

وہ انہیں دیکھتے ہی فوراً اپنی جگہ سے اٹھا اور انہیں ایک کرسی پیش کی۔ ''آئیں بیٹھیں ناں خالو جی۔''

''نہیں......میں بیٹھنے نہیں آیا......کچھ بات کرنی تھی تجھ سے۔'' ٹوپی اتار کر سر کھجاتے ہوئے ان کا لہجہ ہچکچاہٹ بھرا تھا۔

ہاشم آنکھوں میں الجھن لیے انہیں دیکھنے لگا۔

''تو بیٹھ کر بات کرلیں ناں۔''

''او......ادھر نہیں کرنی۔'' وہ جھنجلا کر بولے۔

''تو ذرا باہر میرے ساتھ آ۔'' وہ پلٹے۔ ہاشم نے ایک گہری سانس لے کر اپنے معاونین پر نگاہ ڈالی۔ سب کام چھوڑے متجسس نظروں سے ادھر ہی دیکھ رہے تھے۔ اسے خالو جی کا فیصلہ ٹھیک ہی لگا اور ان کے پیچھے نکل آیا۔ وہ دکان کے باہر ایک طرف کھڑے تھے یہاں کوئی نہیں تھا۔ سوائے گزرتے اکا دکا راہگیروں کے۔

''دیکھ میں تجھے جو بات بتانے لگا ہوں وہ شاید تجھے ہضم نہ ہو۔'' خالو نے جس طرح تمہید باندھی، ہاشم ایک لمحے میں بات کی تہہ تک پہنچ گیا۔

آس پاس ایک طائرانہ نگاہ ڈال کے اس نے خالو کے چہرے پر نظریں جمائیں، جو اتنے پراسرار تاثرات کی آماجگاہ بنا ہوا تھا جیسے اس صدی کا نجانے کون سا بھیانک راز افشا کرنے جا رہے ہوں۔

''تو سننے کے لیے تیار ہے کہ نہیں؟'' اس کی خاموشی پر خالو نے پھر سے تصدیق چاہنے والے انداز میں اس کا خون خشک کرنے کی کوشش کی۔

ہاشم کو دل ہی دل میں ان کے انداز پر ہنسی آئی مگر چہرہ سپاٹ ہی رکھا۔ مجبوری یہ تھی کہ وہ انہیں یہ

نہیں بتا سکتا تھا کہ آپ کی بیٹی یہ راز پہلے ہی مجھ تک پہنچا چکی ہے۔

"جی جی خالو...... میں سن رہا ہوں۔ آپ بولیں۔"

digest library.com

"دیکھ تو حوصلہ رکھنا۔ میری مجبوری ہے۔ تجھے یہ بات نہ بتاؤں تو کسے بتاؤں...... اپنی ماں کو اب تو ہی سنبھالے گا۔"

"خدا کے لیے خالو جی...... کیسی باتیں کر رہے ہیں آپ......" خالو کی لمبی ہوتی تمہید سے زیادہ ان کی اس بات نے ہاشم کو ہراساں کر دیا۔ کیا کوئی اور بات بھی تھی جو ابرش نے اسے نہیں بتائی۔

"مجھے لگتا ہے......" وہ ذرا رکے۔ "فضل نے دوسری شادی کر رکھی ہے سب لوگوں سے چھپا کے۔"

آخر انہوں نے بم پھوڑ ہی دیا۔ جو ان کی دانست میں ایٹم بم تھا۔ مگر ہاشم کے لیے پٹاخہ وہ منتظر نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔ "اور......؟"

"اور......؟" خالو نے دنیا جہاں کی حیرت آنکھوں میں لیے اسے دیکھا یہ یقیناً وہ ری ایکشن نہیں تھا جو وہ چاہتے تھے۔ "ارے میں بتا رہا ہوں فضل نے دوسری شادی کر لی ہے اور تو کہہ رہا ہے......اور......"

برہمی، ہیجان اور بے یقینی کی ملی جلی کیفیت میں ان کی آواز ایک دم سے بلند ہوئی تھی۔ اور انہیں فوراً ہی احساس بھی ہو گیا۔ تب ہی سرگوشیانہ انداز میں کہنے لگے۔

"دیکھ، میں جانتا ہوں، تیرے لیے یقین کرنا مشکل ہے۔ مگر تجھے ایک بار اپنے ابا سے بات تو کرنی ہوگی ناں......"

"کیوں مجھے لتر پڑوانا چاہتے ہیں خالو جی!" ہاشم نے پیشانی مسلی۔ "آپ مجھے بتائیں آپ کو کس نے بتایا کہ ابا نے دوسری شادی کر لی ہے......؟" ہاشم کو بڑی مشکل ہو رہی تھی یہ فیصلہ کرنے میں کہ اپنے تاثرات میں حیرانی لائے یا پریشانی......

"میں نے دیکھا خود، اپنی ان دو گناہ گار آنکھوں سے......" انہوں نے جوش سے کہتے ہوئے اپنی آنکھوں کی جانب اشارہ کیا۔

"کیا......؟ انہیں سہرا باندھتے ہوئے؟" اس نے بے ساختگی سے سوال کیا اور خالو اسے گھورنے لگے۔

"نہیں...... میں کیا تجھے قاضی لگتا ہوں جو اس کا نکاح پڑھوانے گیا تھا...... میں نے اسے مارکیٹ میں دیکھا۔ سبزیوں کا تھیلا اٹھائے، ایک دس سالہ بچے کو بغل میں دبائے۔"

"لیکن خالو جی......" ہاشم کہتے کہتے رکا۔ ان کا احترام بھی ملحوظ خاطر تھا۔ "اس سے یہ کہاں ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے دوسری شادی کر لی ہے۔"

"تو پھر وہ بچہ کون تھا؟" خالو نے الٹا اسی سے سوال کر لیا۔

"مجھے کیا پتا...... محلے کا کوئی بچہ ہوگا جسے سبزی دلانے بازار لے گئے ہوں گے۔" اگرچہ اس بات کا خود ہاشم کو بھی یقین نہیں تھا مگر اسے کچھ تو کہنا تھا ابا کی صفائی میں۔

"نہ نہ بیٹا جی......" خالو نے پریقین لہجے میں کہتے ہوئے سر ہلایا۔ "میں اس محلے کا بچہ بچہ جانتا ہوں...... وہ اس محلے کا نہیں تھا...... میں تو اس کا پیچھا کر کے پتا بھی لگا لیتا مگر بھلا ہو اس موٹر سائیکل والے کا جس نے مجھے ٹکر مار دی۔"

اس بات پر ہاشم بھنا کر رہ گیا۔ "ہاں سب کا ہی بھلا کیجیے۔ اس کا بھی جس نے آپ کو ٹکر ماری...... بس میرا مت کیجیے گا۔"

"تو اب آپ کیا چاہتے ہیں۔ میں کیا کروں؟" ہاشم نے بے چارگی سے سوال کیا۔

"سب سے پہلے تو پتا لگا معاملہ کیا ہے۔ پھر اپنی ماں کو بھی یہ خبر تو ہی سنائے گا، انہیں سنبھالنا بھی تیرا ہی کام ہے۔" اپنے تئیں خالو اس کے کندھوں پر بہت بڑی ذمہ داری ڈال رہے تھے۔

ہاشم پرسوچ نظروں سے انہیں دیکھتا رہا۔

"آپ نے خالہ کو یہ بات بتائی؟"

''پاگل ہے؟'' خالو بدک گئے۔ ''اسے بتانے کا مطلب ہے۔ خبر سیدھی تیری ماں تک پہنچادوں...... بات کرتا ہے۔''

''اچھا ٹھیک ہے۔ میں کرتا ہوں کچھ۔'' ہاشم نے محض ان کے اطمینان کے لیے یہ بات کہی۔ یہی وعدہ اس نے ابرش سے بھی کیا تھا۔

''ٹھیک ہے پھر...... چل میں چلتا ہوں۔'' وہ اس کا کندھا تھپتھپا کر تیز تیز قدموں سے وہاں سے چل دیئے۔

ہاشم انہیں جاتا دیکھتا رہا۔ اب یہ ایک نئی مصیبت...... وہ دل ہی دل میں جھنجلا رہا تھا۔ اس کے اپنے مسئلے کیا کم تھے جو اب خالو اس سے جاسوس بننے کی امید بھی لگا بیٹھے تھے مگر خیر...... اب اسے کچھ تو کرنا ہی تھا خالو کی تسلی کے لیے۔

☆☆☆

ابرش نے آج خالہ کے ہاں آنے سے پہلے فون کر کے یہ یقین کیا تھا کہ سمیرا آپا وہاں نہیں ہیں۔

ہاشم اور خالو گھر پر نہیں تھے۔ اس نے خود ہی چائے بنائی۔ ساتھ ہی پکوڑے بھی تلے اور اس خنک سی شام میں، برآمدے میں بیٹھی خالہ کے سامنے رکھ کے ان کے پاس ہی بیٹھ گئی۔ خالہ نے نجانے اس کی کتنی بلائیں لے ڈالی تھیں۔

''میں سوچ رہی تھی ابرش! ایک بار پھر تیرے ابا سے بات کرلوں......!''

''کس بارے میں خالہ......؟'' وہ کپ اٹھاتے ہوئے چونکی، اور پھر سمجھ میں آتے ہی سر جھکا گئی۔

''جانے کون سی ضد باندھ کے بیٹھے ہیں عنایت بھائی، بھلا کیا کمی ہے میرے ہاشم میں۔'' ایک ہاتھ گھٹنے پر رکھے ان کا لہجہ یاسیت بھرا تھا۔ ''سچ کہتی ہوں کبھی تیرے علاوہ اس گھر میں کسی کو سوچا ہی نہیں...... اتنی سی تھی جب ہی سوچ لیا تھا کہ میرے ہاشم کی دلہن بنے گی، اسی وقت عنایت بھائی سے زبان لے لیتی تو آج مکر نہیں سکتے تھے...... مگر میں نے بھی سوچا بہن اپنی ہے...... بھائیوں جیسا بہنوئی...... کون روڑے اٹکائے گا۔ مگر نصیب......''

تاسف زدہ لہجے میں کہتے ہوئے انہوں نے ہاتھ ملے۔ ''ادھر سمیرا نے الگ دماغ خراب کردیا ہے۔'' انہیں جیسے اچانک ہی کچھ یاد آیا تو لہجے کا تاسف ناگواری میں ڈھلا۔

''انہوں نے کیا کہا؟'' ابرش بے چین ہوئی۔ سمیرا آپا کی گل افشانیوں کا اسے اچھی طرح اندازہ تھا اور یہ بھی کہ وہ اسے زیادہ پسند نہیں کرتیں۔ اب اگر خالہ کو رشتے کی بات پہ سمیرا آپا کی یاد آئی تھی تو یقیناً بات اس سے متعلق ہی تھی۔

خالہ نے اس کی طرف دیکھا اور اس کے چہرے سے جھلکتی بے چینی بھانپ گئیں۔ ''ارے کچھ نہیں اس کی تو عادت ہے ایسے ہی دماغ کھاتی رہتی ہے۔'' انہوں نے ٹالنے کی کوشش کی۔

''نہیں خالہ...... بتاؤ ناں!'' اس نے ان کا ہاتھ تھاما۔ ''کیا اس رشتے سے متعلق کچھ کہا؟''

وہ خاموش رہیں۔ اب اپنی غلطی کا احساس ہوگیا تھا بلاوجہ ہی ابرش کے سامنے یہ بات چھیڑی وہ اتنی سی بات سے ہی پریشان ہوگئی تھی۔ اگر اسے پتا چل جاتا کہ سمیرا انہیں اپنے ساتھ لڑکی دکھانے لے گئی تھی۔ تب اس پر کیا بیتتی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں۔ اسی وقت بیرونی دروازہ کھلا اور سمیرا اپنے بچوں کو کندھے پر ڈالے اندر داخل ہوئیں۔ اماں کو پہلی بار ان کی بے وقت آمد اچھی لگی تھی۔

''السلام علیکم اماں...... آہا...... ابرش بھی آئی ہے۔'' اماں کو سلام کر کے وہ ابرش پر نظر پڑتے ہی چونکی ہوئیں۔

''السلام علیکم آپا۔'' وہ بدقت مسکرائی۔

''کہاں سے آرہی ہو، بازار سے؟'' اماں نے فیصل کے ہاتھ میں ڈھیر سارے شاپروں کو دیکھ کر پوچھا جنہیں وہ تخت پر رکھ رہا تھا۔

''ابرش...... ذرا ایک گلاس ٹھنڈا شربت تو پلادے۔'' وہ بچی کو اندر لٹانے کے بعد واپس آئیں اور تھکن زدہ انداز میں کرسی پر ڈھیر ہوگئیں۔ ''اف

......تھک گئی میں تو۔"

"میں پوچھتی ہوں اس وقت کس بازار کی خاک چھاننے گئی تھیں۔" اپنا سوال نظر انداز کیے جانے پر۔ اماں کو غصہ آ گیا۔

ابرش خود سے الجھتی کچن میں آئی۔ اس کی چائے کا کپ ابھی بھرا رکھا تھا۔ پکوڑے تو اس نے چکھے بھی نہیں تھے۔ اوپر سے خالہ جو اسے بتانے لگی تھیں۔ وہ بھی نہیں بتا پائیں سمیرا آپی کو بھی اس وقت آنا تھا۔

"ہاں ناں......اماں......بازار گئی تھی۔ کباڑی کی دکان سے تو ایسی چیزیں آنے سے رہیں۔" وہ تپ کر اٹھیں۔

"تو اس وقت کیوں؟ دن میں کیا بازاروں میں کرفیو لگا ہوتا ہے۔" اماں ناگواری سے انہیں شاپرز میں جھانکتا ہوا دیکھ رہی تھیں۔

انہوں نے ایک شاپر سے سموسوں اور رولز والا لفافہ نکالا اور ابرش کو آواز لگائی۔

"ابرش......ایک پلیٹ بھی لیتی آنا۔ چٹنی کے لیے الگ سے۔" ان کا انداز ایسا حکمیہ تھا جیسے ابرش بھابھی بن ہی گئی ہو۔"ہاں ...... ایمرجنسی تھی۔ آج حدیقہ کی مہندی ہے کل بارات، ٹائم نہیں تھا میرے پاس۔" انہیں اچانک ہی خیال آیا کہ اب اگر اماں کو جواب نہ دیا تو پھر سے غصہ ہو جائیں گی۔

"کیا......" اماں تو حیرت سے گنگ ہی رہ گئیں۔ "تم حدیقہ کی شادی کے لیے یہ الا بلا اٹھا لائی ہو۔"

"ہاں تو کیا......؟" انہیں اماں کی بات پر حیرت ہونے لگی۔

"وہ کیا تمہاری ماں جائی تھی؟ محلے داری ہی تو ہے۔ اب کیا پڑوسیوں کی شادیوں کے لیے بھی بازار سمیٹ کر لاؤ گی؟ پردیس میں بیٹھے خوار ہوتے شوہر کا کچھ خیال ہے کہ نہیں؟" اماں کو شدید غصہ آیا تھا۔

وہ بھی تڑخ گئیں۔ ہاں تو جو ماں جایا ہے اس کا کون سا سہرا سجا رہی ہیں آپ لے کر ٹرک کی بتی کے پیچھے لگایا ہوا ہے سب کو، اب پڑوسیوں کی شادیوں میں بھی دل نہ بہلاؤں تو کیا کروں؟"

"منہ بند کرا لینا۔" اماں نے اندر ہی اندر گھبرا کر دانت پیسے۔ ابرش کچن میں تھی سمیرا سے کچھ بعید نہیں تھا کہ کوئی پھلجڑی چھوڑ دیتیں۔

"اور یہ ہٹا میرے سامنے سے۔" انہوں نے سموسوں والا لفافہ ہٹایا۔" ابرش نے پکوڑے تلے ہیں وہی کھا۔" بیزاری سے کہتے ہوئے پکوڑوں کی پلیٹ پر نظر پڑتے ہی باقی کا جملہ ان کے منہ میں رہ گیا۔ فیصل اتنی سی دیر میں ہی پلیٹ صاف کر چکا تھا۔ آخری پکوڑا اس کے منہ میں تھا جب وہ ماں سے مخاطب ہوا۔

digest library.com

"مما ...... میں جا رہا ہوں دوست ویٹ کر رہے ہیں میرا، آپ ماموں کے ساتھ آ جانا۔" اپنی بات کہہ کر وہ ہوا کی مانند باہر نکل گیا۔

ابرش جگ بھر کر شربت بنا لائی تھی۔

"یہ کیا ابرش، کوئی جوس نہیں تھا فریج میں؟ فروٹ تو ہوتے ہی ہیں تازہ بنا لیتی۔"

"آپ نے کہا......شربت" ابرش نے دھیمے سے کہتے ہوئے انہیں یاد دلایا۔

"وہ نوکر نہیں ہے تیری، پینا ہے تو پی ورنہ اٹھ اور خود بنا لے اپنے لیے۔ ابرش، شربت فریج میں رکھ لے۔ تیرے خالو کو پسند ہے وہ پی لیں گے۔" اماں کو ابرش کے ساتھ سمیرا کا روکھا رویہ بالکل پسند نہیں تھا۔

"نہیں ...... ایک گلاس تو پی ہی لوں گی۔ گلا سوکھ رہا ہے میرا۔" آپا نے بمشکل اپنی تلملاہٹ دباتے ہوئے پینترا بدلا۔

آپا کا گلاس بھرتے ہوئے ابرش کی نظر ٹرے میں رکھی اپنی چائے پر پڑی۔ اس پر جھلی جم چکی تھی۔

"تم جاؤ گی ابرش؟"

"کدھر؟" وہ آپا کے سوال پر چونکی۔

"عثمان چاچا کی بیٹی کی شادی میں؟" آپا کو قدرے حیرت ہوئی۔

"نہیں......میں کیوں جاؤں۔" جواب دیتے

ہوئے وہ تخت کے کنارے پر ٹکی۔
"مگر حدیقہ تو تمہاری سہیلی تھی ناں؟" آپا نے جیسے اسے یاد دلایا۔
"سہیلی نہیں تھی ہم بس ساتھ میں اسکول جایا کرتے تھے۔ اسکول کے بعد سے تو میں اس سے ملی بھی نہیں۔" ابرش نے ان کی غلط فہمی رفع کی۔ "امی ہی جائیں گی اگر جانا ہوا۔"
"تو ٹھیک ہے ناں، ہر کوئی نہیں ہوتا بیگانی شادی میں عبداللہ دیوانہ۔" اماں نے واضح طور پر سمیرا پر چوٹ کی تھی۔ ان کا منہ بن گیا۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ کچھ کہتیں ابرش کی بات نے ان کا دھیان بٹایا۔
"آپا...... شاپنگ دکھائیں ناں۔"
اور وہ خوشی خوشی اسے اپنی شاپنگ دکھانے لگی تھیں۔
☆☆☆
آج عثمان چاچا کی بیٹی کی بارات آنی تھی۔ انہوں نے گلی کے ساتھ والے پارک میں ہی قناتیں اور قمقمے لگا کر سارا انتظام کر رکھا تھا۔ ہاشم بھی یہیں موجود تھا اباجی کی خاص ہدایت کے عین مطابق۔
"دیکھ، عثمان میرے بھائی جیسا ہے۔ بیٹا تو کوئی اتنا بڑا ہے نہیں کہ انتظامات سنبھال سکے اس مشکل کی گھڑی میں ہمیں ہی اس کے کام آنا ہے۔"
"مشکل گھڑی نہیں اباجی خوشی کی گھڑی۔" ہاشم نے تصیح کرنی چاہی اور اباجی بگڑ گئے۔ "ارے تو بیٹی کی شادی کوئی آسان کام ہے مجھ سے پوچھ، ایک بیٹی بیاہی ہے تو، تو چھوٹا تھا اس وقت تجھے کچھ سمجھ تھی؟"
اباجی نے واضح طور پر مبالغے سے کام لیا تھا۔ ہاشم اس وقت چھوٹا ضرور تھا مگر نا سمجھ نہیں اس وقت بھی اس نے بہت سی ذمہ داریاں اپنے ناتواں کندھوں پر لے رکھی تھیں۔
"اچھا ٹھیک ہے میں وہیں رہوں گا۔" اس نے جان چھڑانی چاہی۔
"اور دکان بند کر دینا، ان لڑکوں کے بھروسے نہیں چھوڑنا۔" انہوں نے یاد دلانا ضروری سمجھا

بے دھیانی کی کیفیت میں اس بھیڑ اور شور وغل کے درمیان، کیٹرنگ والوں کو گائیڈ کرتا، اسی وقت اس کے کندھے پر کسی کا ہاتھ پڑا۔ وہ اچھلا تھا۔
"آرام سے یار...... کیا کر رہا ہے؟" عادل کی حیرت بھری آواز اس کی سماعت سے ٹکرائی۔
"ایک نمبر کا گدھا ہے تو۔" وہ بے تحاشا جھلایا۔
"خیر تو ہے۔ کس دنیا میں گم تھا۔" عادل اب ہنستے ہوئے پوچھ رہا تھا۔
"میری اپنی دنیا ہی اس وقت بھول بھلیاں بنی ہوئی ہے۔ وہی کافی ہے گم ہونے کے لیے۔" وہ چڑا ہوا تھا۔
لوگ آنے شروع ہو گئے تھے۔ اس نے سامنے دیکھا۔ خالوجی بھی یہیں تھے اور اب عثمان چاچا کے ساتھ کھڑے کچھ بات کر رہے تھے۔
"تیرے سسر نے کوئی نیا پٹاخہ تو نہیں چھوڑا اس دن کے بعد؟" عادل نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھ کر پوچھا۔ ہاشم اسے اس دن کی بات بتا چکا تھا۔
"نہیں...... اس دن کے بعد اب دیکھ رہا ہوں انہیں تو ہو سکتا ہے۔ اب آ کر کچھ کہہ دیں میں گھر جا رہا ہوں نہانے کے لیے۔"
عادل کے چہرے پر شرارتی مسکراہٹ آئی اس کی بات سمجھ کے۔ "ٹھیک ہے۔ خود بھی بتیاں لگانے والا لگ رہا ہے چل جا، حلیہ درست کر لے ادھر میں دیکھ لوں گا۔" وہ خالو کی نظر بچا کر وہاں سے نکلا تھا۔
☆☆☆
نہا دھو کر جب وہ بالوں میں برش پھیر رہا تھا کوئی دروازے میں آ کھڑا ہوا۔ اس نے چونک کر دیکھا اور اگلے ہی پل آنکھوں میں والہانہ سی چمک ابھری۔
"تم یہاں کیا کر رہی ہو؟" اس سوال میں حیرت کم وارفتگی زیادہ تھی۔
کاسنی رنگ میں اس کے سراپے کی دلکشی نمایاں تھی۔ "تم تو ایسے پوچھ رہے ہو جیسے میں کوئی ایلین

ہوں جو زمین پر نہیں آسکتی۔" دروازے سے ٹیک لگاتے ہوئے وہ کچھ روٹھ کر بولی۔ ہاشم ہنس پڑا۔

"ایلین نہیں...... چاند ہو وہ بھی عید کا۔"

اس بات پر ابرش اپنی بے ساختہ در آنے والی مسکراہٹ روک نہیں پائی۔

"دیکھا...... کیسے خوش ہو گئیں اپنی تعریف سن کے۔" اسے چھیڑتا وہ اپنا موبائل اٹھا کر اس کی سمت آیا۔ "شادی پر نہیں جانا؟"

"نہیں......" ابرش نے سر ہلایا۔ "امی گئی ہیں میں نے کہا مجھے یہیں چھوڑ دیں ویسے بھی خالہ کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے میں ان کے ساتھ رہ لوں گی۔"

وہ بغور اس کا جائزہ لیتے ہوئے بتا رہی تھی۔

"اوہ ہاں......" سہ پہر میں وہ خود اماں کو ڈاکٹر کے پاس لے گیا تھا۔

"اتنا تیار ہونے کی کیا ضرورت تھی ویسے۔" وہ آج نظروں کو کچھ زیادہ ہی بھلا لگ رہا تھا۔ ابرش کو جانے کیوں بے چینی سی ہوئی۔

"نہیں......" ہاشم نے حیران ہو کے اس کی صورت دیکھی۔ "صرف کپڑے ہی بدلے ہیں۔"

"ہاں...... خود پر دو لیٹر پرفیوم انڈیل کے، ضرورت سے زیادہ جیل لگا کے، اور تازہ شیو بنا کے۔"

"حد ہے۔" وہ منہ پھیر کر ہنسنے لگا۔ "ویسے تمہیں ٹینشن لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ خواتین کی محفل الگ ہے۔" وہ اس کی طرف جھک کر شرارت سے بولا۔

"اوہ...... پھر تو آپ کی ساری تیاری ضائع گئی۔" وہ پھر بھی طنز کیے بنا نہ رہ سکی۔

"نہیں ...... ضائع کیوں۔ جس نے دیکھنا تھا۔ اس نے تو دیکھ لیا۔" بھاری لہجے میں کہتے ہوئے بولا۔

ابرش کی رنگت گلابی پڑ گئی۔ "ہٹو۔" وہ گھبرا کر پیچھے ہٹی۔

"کیوں ہٹوں...... تم کہتی ہو تو نہیں جاتا۔"

وہ اس کی گھبراہٹ سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔

"جاؤ گے تو پھر بھی، اس لیے مجھے بے وقوف نہ بناؤ اور چلتے بنو۔" ابرش نے اس کے سینے پر ہاتھ رکھ کر دھکیلا۔

"کمال ہو تم۔" اس نے ہلکے سے ابرش کے ہاتھ کو چھوا اور مسکراتے ہوئے پیچھے ہٹا۔

"چلو خیر...... شادی کے بعد سہی، ابھی رکنے کا کوئی فائدہ ہے بھی نہیں ویسے۔"

وہ جاتے جاتے بولا تو اس کا چہرہ دہک اٹھا۔

ہاشم کے وہاں پہنچنے کے کچھ دیر بعد ہی بارات آ گئی تھی۔ اسی وقت جب وہ کسی کام سے عثمان چچا کو ڈھونڈ رہا تھا۔ اس بھیڑ بھاڑ میں اچانک ہی خالو نے پیچھے سے آ کر اسے بازو سے پکڑا۔

digest library.com

"سن ہاشم...... تو نے اپنے ابا کو دیکھا؟"

"نہیں خالو...... یہیں کہیں ہوں گے آپ کو ان سے کوئی کام ہے؟" وہ تب تک ان کے چہرے کی سراسیمگی پر دھیان نہیں دے پایا تھا۔

"مجھے اس سے کوئی کام نہیں، میں نے ابھی بھی اسے اسی بچے کے ساتھ دیکھا۔" ان کی سرسراتی ہوئی آواز نکلی تھی۔

"کیا...... کدھر؟" وہ ایک دم الرٹ ہوا۔

"تو آ میرے ساتھ۔" انہوں نے اسے بازو سے کھینچا اور وہ بنا کسی ہچکچاہٹ کے ان کے ساتھ کھنچتا چلا گیا آج تو اس بلی کو تھیلے سے باہر نکالنا ہی تھا۔

بڑی مشکل سے اس رش میں وہ پنڈال کے کونے پر پہنچے تو اس نے ابا جی کو باہر نکلتے دیکھا۔

"جلدی کر...... نظروں سے اوجھل ہوا تو پھر اس دن والا کام نہ ہو جائے۔" خالو جی پر عجلت سوار تھی۔

وہ گڑبڑایا۔ "خالو جی آواز دے کر پوچھ لیتے ہیں ناں۔" اسے خالو کی ہمراہی میں ابا کا پیچھا کرنے والی حرکت بڑی واہیات لگ رہی تھی۔

"تو پاگل ہے؟" انہوں نے رک کر اسے گھورا۔ "ابھی پوچھیں گے تو وہ کوئی بہانا بھی بنا سکتا ہے۔ دیکھیں تو سہی وہ جاتا کہاں ہے۔"

"اچھا تو ٹھیک ہے۔ آپ یہیں رہیں میں جا کر دیکھتا ہوں۔" اسے اب سچ مچ خوف لاحق ہو گیا تھا۔ اگر ابا کسی ایسے ویسے کام میں ملوث ہوئے تو خالو کے سامنے کتنی شرمندگی ہوگی اور وہ اپنے آپ سے زیادہ ابا کو ان کے سامنے شرمندہ ہوتے نہیں دیکھ سکتا تھا۔

"تو ادھر ٹکٹکیں کرتا رہ۔ ادھر وہ نکل جائے گا۔" خالو یہ کہتے ہی باہر کی طرف دوڑے اور مجبوراً اسے بھی ان کے پیچھے بھاگنا پڑا۔

شام ڈھل چکی تھی۔ اسٹریٹ لائٹس کی روشنی میں ان کے، پیچھے اپنے محلے سے اس دوسرے محلے میں آتے ہوئے ہاشم کو جتنی دعائیں یاد تھیں۔ انہیں زیر لب دہراتا جا رہا تھا۔ سچ تو یہ تھا۔ اتنی شدت سے اگر وہ اپنے اور ابرش کے ملنے کی دعائیں مانگتا تو شاید آج وہ اس کی ہو چکی ہوتی۔ جتنی شدت سے وہ آج اللہ سے اپنی اور اپنے ابا کی عزت رکھنے کی دعائیں مانگ رہا تھا۔

وہ اس تنگ سی گلی میں داخل ہوئے تھے۔ اس نے خالو کو ہاتھ سے پکڑ کر وہیں روک لیا۔ ابا اب دائیں طرف والے تیسرے گھر کے دروازے پر دستک دے رہے تھے جس پر ایک میلا سا پردہ پڑا تھا۔ چند لمحوں بعد وہ اندر داخل ہو گئے۔ ویسے ابا اتنے بے دھیان تھے کہ انہیں ابھی تک احساس نہیں ہو سکا تھا کہ وہ خالو اور ہاشم کو اپنے پیچھے یہاں تک لگا لائے ہیں۔

خالو نے سوالیہ نظروں سے اسے دیکھا گویا کہہ رہے ہوں، ادھر ہی کھڑے رہو گے یا اندر بھی جاؤ گے۔

اس کی پیشانی پر پسینے کے قطرے نمودار ہو گئے تھے۔ لب سختی سے بھینچے اور دھڑکتے دل کے ساتھ آگے بڑھا۔ اس نے دستک کے لیے جیسے ہی ہاتھ اٹھایا۔ اس کا فون بج اٹھا۔

"چھوڑ فون کو، دروازہ بجا۔" خالو جھنجلائے۔

لیکن دستک کے بعد کی متوقع صورت حال کا سوچ کر ہی ہاشم کا دم اٹکا ہوا تھا۔ اس نے جیب سے فون نکالا اور اسکرین پر نظر ڈالتے ہی اس نے بے حد حیران ہو کر خالو کو دیکھا۔ "ابا کال کر رہے ہیں۔"

"کیا؟" ان کی آواز اونچی ہوئی۔ "یہ کال کیوں کر رہا ہے۔" وہ جیسے خود سے بڑبڑائے۔

"مجھے نہیں پتا۔" اس کی الجھن بھی سوا نیزے پر تھی۔

"چل...... اندر چل کر خود ہی پوچھ لیتے ہیں۔"

اس نے ایک گہری سانس لے کر دروازے پر ہاتھ رکھا۔ مگر دستک کی نوبت نہیں آئی۔ وہ پہلے سے کھلا ہوا تھا۔ وہ دونوں ساتھ اندر داخل ہوئے۔

یہ ایک بے حد تنگ سا دو کمروں والا مکان تھا۔ دروازے کے ساتھ بنے کمرے میں اندھیرا تھا۔ صحن میں لگا ملگجا بلب اطراف میں پھیلی تاریکی کو مکمل طور پر نگلنے میں ناکام تھا۔ سامنے والے کمرے میں روشنی تھی۔ اور آوازیں بھی اسی طرف سے آ رہی تھیں۔ "میں نے ہاشم کو فون کیا مگر وہ نامراد فون نہیں اٹھا رہا۔ چل میں خود جاتا ہوں گاڑی کا بندوبست کرنے۔" ابا کی غصیلی آواز ابھری تھی۔ اگلے ہی پل وہ باہر آئے اور انہیں دیکھ کر اپنی جگہ جامد ہو گئے۔

"تم دنوں یہاں کیا کر رہے ہو؟"

"وہ میں...... وہ ہم نے آپ کو آتے ہوئے دیکھا تو سوچا۔" ہاشم کو اب الفاظ ہی نہ سوجھ رہے تھے وضاحت کے لیے۔ اور خالو جنہوں نے آنے کے لیے سب سے زیادہ افراتفری مچائی تھی۔ اب منہ پر قفل ڈالے، کھسیائے ہوئے سے کھڑے تھے۔

اسی وقت دو نوعمر لڑکے بھی آ کر ان کے

پہلو میں کھڑے ہو گئے اور ان کے پیچھے بڑا سا دوپٹا اوڑھے ایک خاتون پر نظر پڑتے ہی ہاشم چونکا تھا اور ساری بات ایک پل میں اس کی سمجھ میں آ گئی۔

"میں تو تجھے فون کر کے بلانے والا تھا۔ اچھا ہوا تو خود ہی آ گیا۔" ابا نے دھیان بھی نہیں دیا تھا کہ اس نے کیا کہا۔

"جا...... جلدی سے ٹیکسی لے کے احتشام کی طبیعت ٹھیک نہیں۔ ڈاکٹر نے کہا ہے، اسے فوراً اسپتال پہنچاؤ، جلدی جا۔"

"ابھی لایا اباجی!" محض چند منٹوں میں اس کے دل کا جو بوجھ اترا تھا۔ وہ اسے بے حد ہلکا پھلکا کر گیا تھا۔ وہ کافی تیزی سے وہاں سے نکلا تھا۔

☆☆☆

digest library.com

اسپتال والوں نے احتشام بھائی کو ایڈمیٹ کر لیا تھا۔ وہاں کی بھاگ دوڑ تو ہاشم نے کر لی تھی وہ تو ان کے ساتھ رکنا بھی چاہتا تھا مگر ابا نے منع کر دیا کہ وہ یہیں رکیں گے۔ خالو اور علی بھی ان کے ساتھ آئے۔ احتشام بھائی کا بخار بگڑ گیا تھا۔ محلے کا ڈاکٹر ان کی بیماری کی نوعیت سمجھا نہیں اور نتیجتاً بخار اتنا بڑھا کہ انہیں اسپتال میں داخل کرنے کی نوبت آ گئی تھی۔

احتشام بھائی کے والد احمد نصیر ابا کے پرانے دوست تھے مگر ان کی موت کے بعد سے ابا کا ان کے گھر والوں سے کوئی رابطہ نہ رہا تھا۔ یہ تو اتفاقاً ہی انہیں کچھ وقت پہلے، ایک دوسرے دوست کے توسط سے احتشام بھائی کے ایکسیڈنٹ کا پتا چلا کہ وہ معذور ہو کر بستر تک محدود ہو گئے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی کہ ان کی معاشی حالت دگرگوں ہے۔

وہ تو ظاہر تھا کیونکہ احتشام بھائی گھر کے واحد کفیل تھے۔ ان کے زیادہ رشتے دار تھے نہیں، جو تھے انہوں نے بھی چند دن کی امداد کے بعد انہیں ان کے حال پر چھوڑ دیا تھا۔ بھابھی سمجھ دار خاتون تھیں مگر وہ کمانے کے لیے گھر سے نہیں نکل سکتی تھیں۔ احتشام بھائی کی دیکھ بھال کی ذمہ داری بھی ان کے سر تھی۔ لڑکے بھی چھوٹے تھے۔ اسی لیے وہ گھر پر رہ کر ہی لوگوں کے کپڑے سلائی کرنے لگیں اور محلے کے بچوں کو ٹیوشن پڑھانے لگیں۔

ابا نے تب ہی سے ان کی خیر خبر رکھنی شروع کی۔ وقتاً فوقتاً مدد بھی کر دیا کرتے۔ بھابھی سے بات کرنے کے بعد، ہاشم پر منکشف ہوا کہ ابا اماں کو بھی لے کر آئے تھے اور اب اماں بھی ان سے ملنے آتی رہتی تھیں۔

قصور ہاشم کا بھی تھا جس دن ابا علی کو لے کر اس کی دکان پر آئے تھے، وہ اسی وقت ان سے تفصیلاً پوچھ لیتا تو اتنے دن اس الجھن اور پریشانی میں رہتا ہی نہیں اور خالو کی غلط فہمی بھی دور کر دیتا۔

لیکن یہ بھی اس کے حق میں بہتر ہی ہوا کہ یہ سب خالو نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور زندگی میں شاید پہلی بار ہاشم کو اپنے اماں، ابا پر فخر محسوس ہوا تھا کیونکہ جس احترام اور محبت سے بھابھی ان کا ذکر کر رہی تھیں اور جس طرح ان کے ذکر پر بھابھی کے لبوں پر دعائیں آ رہی تھیں۔

ہاشم تشکر کے جذبات سے اندر ہی اندر پگھلنے لگا تھا۔ اس لیے بھی کہ خالو اس کے ساتھ ہی کھڑے یہ تمام گفتگو سن رہے تھے۔ اللہ نے اس کی عزت رکھ لی تھی۔ ہاشم نے سوچ لیا تھا گھر جاتے ہی شکرانے کے نفل پڑھے گا۔ مگر اب خالو کی خاموشی اس کے لیے باعث تشویش تھی۔

وہ ٹیکسی کی پچھلی سیٹ پر علی کے ساتھ بالکل گم صم بیٹھے تھے۔ ہاشم سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ اس خاموشی کے پیچھے ان کی کیفیت کیا تھی۔ وہ غصہ میں تھے یا مایوس کہ جیسا انہوں نے سوچا، ویسی کوئی بات نہیں نکلی۔

علی کو اس کے گھر چھوڑنے کے بعد ہاشم نے پارک کے سامنے ٹیکسی رکوائی۔ یقیناً بارات رخصت ہو چکی تھی۔ اب صرف پیچھے کا پھیلاوا سمیٹنا رہ گیا تھا اور ہاشم نے دیکھ لیا تھا عثمان چچا کو کیٹرنگ

والوں کے ساتھ مغز ماری کرتے۔

وہ گاڑی سے اتر کر خالو کی سائیڈ آیا۔ "خالو، یہ آپ کو گھر تک چھوڑ دے گا میں جا کر ذرا چچا کے ساتھ کام دیکھ لوں۔" کرایہ ہاشم پہلے ہی ادا کر چکا تھا۔

انہوں نے چونک کر اس کے چہرے پر ایک نظر ڈالی۔ وہ آج سر شام ہی اسے بھاگ دوڑ کرتا دیکھ رہے تھے۔ ان کے اسے شادی کی محفل سے کھینچ کر لے جانے سے پہلے بھی اور اسپتال کی خواری کے بعد بھی۔ اس کی سرمئی آنکھوں میں ہلکا سا گلابی پن تو تھا۔ مگر اس کے چہرے پر کہیں بیزاری یا جھنجلاہٹ نہیں تھی۔

اب بھی بجائے گھر جا کر آرام کرنے کے اس کے پیش نظر صرف ذمہ داری تھی۔ وہ بھی صرف اخلاقی ذمہ داری ایسا داماد بھلا انہیں اور کہاں ملتا۔

انہوں نے بنا کچھ کہے سر ہلایا تو ہاشم پلٹ گیا تھا۔

digest library.com ❤❤

وہ گھر پہنچے تو عاصمہ نے پریشانی اور برہمی میں کئی سوال پوچھے تھے۔ تب اور حیران ہوئیں جب پتا چلا کہ انہوں نے کھانا بھی نہیں کھایا۔ اس وقت ان سے جو بن پڑا وہ لا کر ان کے سامنے رکھ دیا۔

وہ زیادہ تر وقت خاموش رہے تھے، ان کے سوالوں کے جواب میں بھی، مگر جب سونے کے لیے لیٹے تب انہوں نے صرف ایک سوال کر کے عاصمہ کو حیرت میں ڈالا۔

"کیا تیری بہن نے دوبارہ رشتے کی بابت کوئی بات کی؟"

"وہ بے چاری تو ہر وقت کرتی رہتی ہے۔ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

"اس بار کرے تو ہاں بول دینا۔" انہوں نے جواب دے کر کروٹ بدلی اور آنکھیں موند لیں۔

☆☆☆

ہاشم کو محسوس ہوا تھا اس کی ساری دعائیں ایک ساتھ قبول ہو گئی ہوں، جب اماں نے اسے خوش خبری سنائی۔ منگنی والے دن خالو نے بڑی شفقت اور نرمی سے اس کا شانہ تھپتھپایا تھا۔ حقیقتاً اسے کوئی غرض نہیں تھی کہ وہ کیسے مانے۔ بلکہ ان کی خاموشی نے اسے اس دن مایوسی میں ہی دھکیلا تھا۔ پھر بھی اگر اب وہ یہاں تھا ابرش کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے نام کرنے تو یہ اس کے نزدیک ایک معجزہ ہی تھا۔

اگر ہاشم ذہن پڑھنا جانتا تو جان لیتا کہ خالو کی خاموشی دراصل اس مایوسی کی مظہر تھی جو انہیں خود سے تھی۔ اس سے یا اس کے باپ سے نہیں۔ اس دن انہوں نے جو کچھ دیکھا اس نے ان کے اندر سے اپنے اعلیٰ ارفع ہونے کا زعم نکال کر چپ بھر دی تھی۔

اسی خود آگاہی کے لمحے کے زیر اثر وہ جیسے کسی آسمانی زینے سے اتر کر ان کے برابر آ گئے تھے۔ پھر انہیں اپنا فیصلہ بدلنے میں دیر نہیں لگی تھی۔

ابرش کو انگوٹھی اماں نے پہنائی تھی۔ ہاشم پاس بیٹھا بھی نہیں۔ بس تھوڑی دیر کے لیے اندر آیا تھا جب خالہ نے اس کا منہ میٹھا کیا۔ وہ بہت خوش نظر آ رہی تھیں۔ سب ہی خوش تھے اور اس کے لیے زیادہ حیرانی کی بات یہ تھی کہ آپا بھی اسے آج ہنستی ہوئی نظر آئیں۔

اس نے بس چند لمحوں کے لیے ابرش کو دیکھا تھا۔ ہلکے گلابی اور سنہرے رنگ کے امتزاج والے لباس میں وہ خود بھی کوئی دمکتا ستارہ لگ رہی تھی۔ گھنیری جھکی پلکوں میں اس کا چین چھپائے اس کی گلابی مائل رنگت میں دیے سے جل رہے تھے۔

یہ اس کے لباس کے سنہرے تاروں کی جھلمل تھی یا پھر اس کی اندرونی خوشیوں کی۔

اس کے ہونٹوں میں دبی خوب صورت سی مسکان کو دیکھتے ہوئے ہاشم نے اس کی ہمیشگی کی دعا مانگی اور مسکراتے ہوئے وہاں سے نکل آیا۔

☆☆...